Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ اردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مدیر

علی محمد اجمیری

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۴۱ء

ماہ اخاء ۱۳۲۰ ہش

جلد ۴۰ عدد ۱۰

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اُردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا:۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرونِ ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایک سو چوالیس روپے	دو سو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایک سو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چون روپے	نوے روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

نمبر ۱۰	۹ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ مطابق یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء	جلد ۴۰

فہرست مضامین

اداریہ	ایڈیٹر
ہٹلرازم ۔ موجودہ دنیا کی سب بڑی مصیبت ص۹	سالم عربی ایم ۔ اے
تنقید و تبصرہ ص۵۳	ایڈیٹر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اداریہ:-

موجودہ جنگ اور اسلامی ممالک روس اور جرمنی کی جنگ انتہائی شدّت سے جاری ہے۔ طرفین کے لاکھوں آدمی تہِ تیغ ہو چکے ہیں۔ سینکڑوں بستیاں اجڑ گئی اور ہزاروں شہر برباد ہو گئے ہیں۔ جرمن فوج کو یہ حکم ہے، کہ جلد سے جلد اس مہم کو سر کر لو، ورنہ سردیوں کا موسم آجانے سے مشکلات بڑھ جائیں گی۔ اور روسیوں کا مقابلہ ناممکن ہو جائیگا۔ ادھر روسی فوج بھی جان توڑ کر لڑ رہی ہے اور اس نے بھی عزم بالجزم کیا ہوا ہے، کہ جرمنی کو اپنے ملک پر قابض نہیں ہونے دینا۔ وہ سمجھتے ہیں، کہ بس یہی چند روز تکلیف کے ہیں، اور انہیں میں ہماری قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ جب سردیاں، برفباری اور بارشیں شروع ہو جائیں گی، تو نپولین کی فوج کی طرح جرمنی کو بھی میدان چھوڑ کر پسپا ہونا پڑے گا۔ اس لئے وہ اپنی منزلِ مقصود کو نزدیک سمجھکر زیادہ سے زیادہ قربانیاں کر رہے ہیں۔

برطانیہ اور امریکہ کی امداد کے بھی یہی دن ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حکومتوں نے ضروری سامان جنگ کافی مقدار میں روس کو بھیجنا شروع کر دیا ہے۔ یہ چاہتے ہیں، کہ جرمنی کو روس ہی میں شکست ہو جائے، تا وہ ہماری طرف رُخ ہی نہ کر سکے۔ لیکن باوجود اس کے یہ ماننا پڑیگا، کہ جرمنی کی فوجی طاقت کی برتری کی وجہ سے وہ ابھی تک، ہر محاذ پر بڑھ رہا ہے۔ اتحادیوں کی امداد کا راستہ بند کرنے کیلئے بھی وہ سر توڑ کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ اس نے بحیرہ آرکٹک پر حملہ کر دیا ہے۔ تا امریکہ کی امداد اس طرف سے نہ پہونچ سکے۔ دوسری طرف بلغاریہ کو [illegible] پر حملہ کرنے کیلئے تیار کر رہا ہے۔ مگر ان دونوں محاذوں پر روس کی بھی کافی تیاری ہے۔

موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے کوئی بڑے سے بڑا مبصّر بھی یہ نہیں کہہ سکتا، کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔ جو کچھ نظر آتا ہے، وہ صرف یہ ہے، کہ فریقین پورے زور سے جنگ کر رہے ہیں۔ دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قومیں مذہب بلکہ خدا سے بھی غافل ہیں، اور جب تک مشیّتِ ایزدی ان کو سزا دینے کی ہے، تب تک یہ جنگ جاری رہیگی۔

جرمنی خواہ روس کی جنگ میں جیتے یا ہارے، یہ بات اب یقینی ہے، کہ وہ برطانیہ کو فتح نہیں کرسکتا۔ کیونکہ گذشتہ تین ماہ کے عرصہ میں برطانیہ کی فوجی طاقت میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔ جرمنی روس کی جنگ میں اپنی بہت سی سپاہ اور سامانِ جنگ ضائع کرچکا ہے۔ اور برطانیہ پورے زور سے سامان کی تیاری میں مصروف ہے۔ امریکہ سے بھی امداد برابر آرہی ہے۔

اس ماہ جنگی حالات میں ایک اور اہم واقعہ جو برطانیہ کے حق میں مفید ہے، یہ ظاہر ہوا ہو کہ جرمنی نے بحر اطلانٹک میں امریکہ کے جہازوں پر حملے کرنا شروع کردیا ہے۔ اس سے امریکہ میں جرمنی کے خلاف فضا بہت زیادہ مکدّر ہوگئی ہے۔ امریکہ اس وقت تک غیر جانبدار رہ کر برطانیہ کی امداد کررہا ہے۔ اب جرمنی کے نئے اقدام کی وجہ سے شاید اُسے کھلم کھلا جنگ میں شریک ہونا پڑے۔ گذشتہ جنگِ عظیم میں بھی یہی ہوا تھا، کہ ابتداء میں امریکہ برطانیہ کی امداد کرتا رہا، پھر جرمنی نے امریکہ کے جہازوں پر حملے کرنا شروع کردیا، جس پر امریکہ نے بھی جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔ اور دنیا جانتی ہے، کہ امریکہ کی شمولیت اتحادیوں کی فتح کے اسباب میں سے ایک بہت بڑا سبب تھی۔ پس کچھ تعجب نہیں، کہ تاریخ اپنے تئیں دُہرائے، اور پھر وہی حالات رونما ہوں جو سنہ ۱۹۱۴-۱۸ء کی جنگ میں رونما ہوئے تھے۔

اسلامی ممالک میں سے ایران کے متعلق جس چیز کا خدشہ تھا، وہ آخر ظاہر ہوکر ہی رہی۔ یہ بتایا جاچکا ہے، کہ روس اور برطانیہ کو یہ شکایت تھی، کہ ایران میں جرمن ملازموں کی موجودگی ان دونوں حکومتوں کے مفاد کے خلاف ہے، اس لئے انہوں نے ایران سے مطالبہ کیا، کہ ان کو نکال دیا جائے۔ ایرانی حکومت پر اپنی غیر جانبداری کو قائم رکھنے کیلئے جرمنی کی طرف سے بھی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، اس کیلئے لازم تھا، کہ وہ سوچ سمجھ کر قدم اُٹھاتی۔ چنانچہ اس نے جہانتک اس کے نزدیک یہ مطالبہ جائز اور درست تھا، اُسے پورا کردیا، اور بہت سے جرمنوں کو ملک سے نکال دیا۔ لیکن روس اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

برطانیہ ایرانی حکومت کے رویہ سے مطمئن نہ ہوئے، اور انہوں نے دونوں سے ایران پر حملہ کردیا۔ اسلامی دنیا نے اس خبر کو نہایت افسوس اور قلق سے سُنا۔ اور مسلمانوں کے پاس اب سوائے افسوس اور قلق کے رکھا ہی کیا ہے۔ چند ہی روز میں ایران ایک کمزور جانور کی طرح، جس پر دو قوی اور زبردست باز جھپٹ پڑیں، نیم لبسمل ہو کر رہ گیا۔ رضا شاہ پہلوی، جو ایران جدید کے بانی ہیں، اپنے لڑکے کے حق میں تخت سے دستبردار ہو گئے ہیں۔ وزارت بھی تبدیل ہو گئی ہے۔ برطانیہ اور روس کی فوجیں ملک کے ایک بڑے حصہ پر قابض ہیں، اور دار السلطنت طہران میں داخل ہو چکی ہیں۔ اور ابھی معلوم نہیں، اور کیا کچھ ہوگا۔ یہ صورت حالات ایک دردمند مسلمان کے لئے انتہائی تکلیف دہ ہے۔ اگر ذرا تدبر سے کام لیا جاتا، تو حالات یہانتک نہ بگڑتے۔

برطانیہ اور روس نے جن جرمنوں کی ایران میں موجودگی کے عذر پر حملہ کیا ہے، ان کی تعداد نہایت قلیل بیان کی جاتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ان تھوڑے سے جرمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کا کوئی اور بندوبست نہ ہو سکتا تھا؟ کسی ملک پر حملہ ایک بہت بڑا بلکہ انتہائی اقدام ہے۔ اس کے جواز کے وجوہ نہایت اہم ہونے چاہئیں۔ مگر اب جو خبریں آرہی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے، کہ صرف چند جرمنوں کی موجودگی ہی کا سوال نہ تھا، بلکہ ایران میں اندر ہی اندر جرمنوں کی ریشہ دوانیوں سے بغاوت کا مواد پک رہا تھا۔ جس سے ایک طرف خود ایران کو نقصان کا خطرہ تھا، اور دوسری طرف روس اور برطانیہ کے لئے بھی مشکلات پیدا ہو جانے کا اندیشہ بلکہ قوی امکان تھا۔

برطانیہ اور روس نے یہ حتمی وعدہ کیا ہے، کہ ہماری فوجیں صرف اس وقت تک ایران میں رہیں گی، جب تک کہ نازی خطرہ ٹل نہیں جاتا۔ اور ایران کی آزادی و استقلال میں اس وجہ سے کوئی فرق نہ آئیگا۔ اس سے قبل شام پر قبضہ کرتے ہوئے بھی برطانیہ اور "آزاد فرانس" نے یہ وعدہ کیا تھا، کہ شام کو آزاد کر دیا جائیگا۔ چنانچہ حال ہی میں اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے جنرل کاترو (سپہ سالار افواج "آزاد فرانس") نے انتداب کے خاتمہ اور شام کی آزادی کا اعلان کر دیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اُسے آزاد جمہوریت بنا دیا گیا ہے، امید رکھنی چاہیئے، کہ ایران کے بارے میں بھی برطانیہ اور رُوس اپنے وعدہ کا ایفا کرینگے۔

اس وقت ایران سے جو اطلاعات آرہی ہیں، وہ بہت تشویشناک ہیں۔ برطانیہ اور روس کے حملہ سے قبل حالات بالکل معمول پر تھے۔ اور ملک میں کامل امن و امان تھا۔ مگر اب ملک میں تفرقہ اور خانہ جنگی کی قسم کی خبریں آرہی ہیں۔ اس سے برطانیہ اور روس پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ بالخصوص برطانیہ پر کہ وہ اپنے تئیں اسلامی ممالک کا دوست ظاہر کرتا ہے۔ اُسے اپنی دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے ملک میں امن قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ورنہ اس پر یہ بھاری الزام عاید ہوگا، کہ اس کی اور اس کے اتحادی (روس) کی فوجوں کے داخلہ کے نتیجہ میں ملک کی قائم شدہ حکومت کے اقتدار و وقار میں فرق آیا، اور اس وجہ سے ملک میں انتشار رونما ہوا۔

خشکی پر آجکل صرف ایک لیبیا کی سرحد ہی ایسی جگہ ہے، جہاں برطانیہ اور جرمنی و اٹلی کی فوجیں بالمقابل صف آرا ہیں۔ طبروق کے محاذ پر گرمی کی وجہ سے جو جمود متحارب فوجوں پر طاری تھا، وہ موسم میں تبدیلی آجانے سے دور ہو رہا ہے۔ اور اب یہاں سرگرمی کے آثار نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ مشرق وسطی میں برطانیہ کی آٹھ لاکھ فوج پہونچ چکی ہے۔ سامانِ جنگ بھی ہر طرف سے جمع کیا جا رہا ہے۔ مشرق وسطی کے قریبًا تمام ممالک اتحادیوں کے زیر اثر و اقتدار ہیں۔ اس لئے مشرق کی طرف سے برطانیہ کی پوزیشن بہت مستحکم ہوگئی ہے۔ ترکی کے بارے میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد تشویشناک خبریں آتی رہتی ہیں۔ اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ اب بحیرۂ اسود پر اقتدار حاصل کرنے کیلئے جرمنی کے سامنے درِ دانیال سے جہاز گزارنے کا سوال ہے۔ سیاسی مبصرین ایک دو ہفتوں کو ترکی کے لئے نہایت اہم سمجھ رہے ہیں۔ خدا کرے ترکی اغیار کی دستبرد سے محفوظ اور سلامت رہے۔ اور یہ مصیبت و ابتلاء کا وقت اس کے سر سے ٹل جائے۔

قابلِ رشک زندگی اور موت گذشتہ ماہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس دنیا میں جو پیدا ہوا ہے، اسے ایک روز ضرور مرنا ہے۔ یہ قدرت کا اٹل قانون ہے۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ لیکن جو لوگ اپنی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے کوئی خاص امتیاز حاصل کر لیتے ہیں، وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ۔ ایسے لوگوں کی زندگی اور موت یکساں طور پر قابلِ رشک ہیں۔

حضرت منشی صاحب موصوفؓ ان چند ہستیوں میں سے تھے، جنہیں اس زمانہ کے مصلح سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حضور کے دعویٰ کے ابتدائی دنوں سے مصاحبت اور رفاقت کا فخر حاصل تھا۔ اور ان کی زندگی کا ایک واقعہ ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے بھی بہت پہلے اپنی خداداد فراست سے حضرت منشی صاحبؓ کی پیشانی میں نورِ ایمان دیکھا تھا۔ حضرت منشی صاحبؓ کی روایت ہے:۔

"ہمارے رشتہ دار منشی عبداللہ صاحب جالندھر میں واصلباقی نویس تھے . . . . ان سے ملنے میں جالندھر جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ گیا ہوا تھا، کہ معلوم ہوا کہ ایک بزرگ کہیں سے جالندھر آرہے ہیں۔ یہ سرمہ چشم آریہ کی طباعت سے پیشتر کا واقعہ ہے۔ جالندھر سٹیشن پر میں اور میرا ایک رشتہ دار گئے۔ وہاں دو تین سو آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشوائی کے لئے موجود تھے۔ اور کنور بکرماں سنگھ صاحب نے اپنا وزیر اور سواری حضور کو لانے کے لئے بھیجے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب ریل سے اُترے۔ یہ صحیح یاد نہیں کہ حضور کہاں سے تشریف لا رہے تھے۔ لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا۔ اور وزیر مذکور نے حضور کو کنور بکرماں سنگھ کے ہاں لیجانے کو کہا۔ اس کے درمیان میں میں نے بھی مصافحہ کیا، تو حضور نے دریافت فرمایا، آپ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے عرض کی، کپورتھلہ میں۔ یہاں میرے ایک رشتہ دار منشی عبداللہ صاحب بوچڑخانے کے پاس رہتے ہیں۔ آجکل ان کے ہاں آیا ہوا ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضور نے فرمایا، ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ چنانچہ بکرمان سنگھ صاحب کی گاڑی میں حضور، مولوی عبداللہ صاحب سنوری، حافظ حامد علی صاحب اور خاکسار سوار ہو کر منشی عبداللہ صاحب کے مکان پر گئے۔ جب حضور گاڑی سے اُترنے لگے، تو بہت ہجوم لوگوں کا ہو گیا۔ عورتیں اپنے بچے حضرت صاحب کی طرف کرتی تھیں، کہ حضور کے کپڑوں کی ہوا لگ جائے۔ ۔ ۔ ۔ غرض حضور منشی عبداللہ صاحب کے مکان کی بیٹھک میں فروکش ہوئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ منشی عبداللہ صاحب کچھ انڈوں کا حلوہ بنوا کر لائے، حضور نے فرمایا، مجھے بھوک نہیں۔ لیکن منشی صاحب کے اصرار پر تھوڑا سا کھا لیا۔ ظہر کی نماز حضور نے قریب کی مسجد میں پڑھی۔ آٹھ نو بجے صبح آپ اسٹیشن پر اُترے تھے، اور بعد نماز ظہر آپ واپس سٹیشن پر تشریف لے گئے۔ آپ گاڑی میں بیٹھ گئے، اور میرے مصافحہ کرنے پر فرمایا، ہم سے خط و کتابت رکھا کرو"۔

کتنا خوش قسمت انسان تھا وہ جسے خدا کے مسیح نے دیکھتے ہی پہچان لیا، کہ یہ خدائی بادشاہت میں لئے جانیکے لائق ہے۔ اور بغیر کسی سابقہ جان پہچان کے اُسے اس قدر عزت دی، کہ اسکے ساتھ اسکی قیامگاہ پر تشریف لیگئے۔ بعد کے واقعات نے ثابت کیا، کہ حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ فی الواقع ایک فانی انسان تھے، اور انہیں حضرت اقدسؑ سے انتہائی درجہ کا عشق تھا۔ اسی قسم کے لوگوں کی نسبت کہا گیا ہے ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جن لوگوں کو حضرت منشی صاحبؓ سے کبھی ملنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ جانتے ہیں، کہ ان کے چہرہ سے ہر وقت ایک اطمینان کی کیفیت ظاہر ہوتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ وہ اپنی زندگی کے مقصد کو پا چکے ہیں۔ اور اسو جہ سے ایک خاص قسم کے روحانی سرور اور لذت میں سرشار ہیں۔ یہی وہ جنت اور خوشی کا مقام ہے، جو ایک مومن کو نمونہ کے طور پر اسی دنیا میں حاصل ہو جاتا ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ اور یہ مسیح وقت کا ایک معجزہ ہے، کہ جن لوگوں نے اُسے بصدق دل قبول کیا، اور اس سے محبت و اخلاص کے پیمان کو آخر تک نبھایا، وہ اسی دنیا میں حقیقی جنت اور راحت محسوس کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ہزار ہا رحمتیں نازل کرے اس پاک گروہ کی تربت پر، اور ہمیں انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہب کی طرف واپسی روسی حکومت کے متعلق معلوم ہے، کہ یہ لامذہبوں اور خدا کے منکروں کی حکومت ہے۔ لیکن اب جرمنی کے حملہ کی وجہ سے روس پر جو شدید ابتلاء اور مصیبت کا دور آیا ہے، تو وہاں بھی "خدا کی حکومت" کا اقرار ہونے لگا ہے۔ گذشتہ ماہ جون میں جب روس پر جرمنی نے حملہ کیا، تو اس کے چند روز بعد سارے روس میں لوگوں نے عبادتگاہوں اور گرجوں میں جاکر جو عرصہ سے غیر آباد اور ویران پڑے تھے، اپنی فتح کیلئے دعائیں کیں۔ اب ۷ ستمبر کو برطانیہ نے سارے ایمپائر میں "یوم دعا" منانے کی تحریک کی تھی۔ لنڈن میں اس موقعہ پر بڑے بڑے لوگ گرجوں میں جمع ہوئے اور دعا کی۔ رائٹر کا ایک تار مظہر ہے، کہ دعا کرنیوالوں میں روس کا لنڈنی سفیر بھی شامل تھا۔ ظاہر ہے، کہ روسی حکومت کا نمائندہ ضرور سوشلسٹ ہوگا۔ اور دعا میں شریک ہونا اس کے سرکاری فرائض میں داخل نہیں، وہ یقیناً اپنی دلی خوشی سے شریک ہوا ہوگا۔ آپ متعجب ہونگے، کہ ایک لامذہب حکومت کا نمائندہ خدا سے دعا کرنے گرجے میں جاتا ہے۔ مگر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ انسانی فطرت پیدائشی طور پر نیک ہے۔ اس لئے جب اس پر مصیبت آتی ہے، تو وہ بے اختیار ہوکر اپنے خالق و مالک کو پکارتی ہے۔ اور یہ خدا کی ہستی کا بڑا ثبوت ہے۔ انسانی فطرت کے اسی خاصہ کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے، کہ جب بنی نوع انسان مصیبت کے بھنور میں پھنس جاتے ہیں تو دَعَوُا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ ۰ (یونس-۳) وہ خدا سے دعا کرنے لگ جاتے ہیں اسی کے لئے اپنی فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے۔

جنگ کی تباہ خیزیوں اور ہولناکیوں سے سارے یورپ میں خوف مسلط ہے۔ جو لوگ مذہب سے تمسخر کرتے اور خدا کے وجود کے عقیدہ پر ہنستے اور اسے توہم پرستی کہتے تھے، وہ آج فطرت کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اضطراری حالت میں خدا کو پکار رہے ہیں۔ اور یہ اس جنگ کا بہت بڑا روحانی فائدہ ہے۔

ہمارے معاونین افسوس ہے، کہ اس ماہ "ریویو" کی اعانت کی مد میں کوئی رقم نہیں آئی۔ نہ کسی دوست نے کوئی نیا خریدار دیا، حالانکہ کاغذ کی روز افزوں گرانی کے باعث ہماری مشکلات بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں، کہ احباب ان مشکلات کے زمانہ میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ اور "ریویو" کی اعانت فرماتے رہیں گے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہٹلرازم — موجودہ دنیا کی سب سے بڑی مصیبت!

(از "سالم عربی" ایم-اے)

جہاں گیری و جہاں رانی کسی خاص قوم کی موروثی ملکیت نہیں، اور نہ شوکت و قوت و عظمت پر کسی خاص ملک کو اجارہ داری حاصل ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اس دُنیا پر مختلف وقتوں میں مختلف قوموں نے اپنی شان و شوکت کا سکہ بٹھایا، اور اس قوت و دبدبہ اور شان سے حکومت کی، کہ نہ ان قوموں کے فرمانرداؤں کو اور نہ ان مفتوح و مغلوب لوگوں کو جو ان جابر جہاں داروں کے پنجۂ استبداد میں کراہ رہے تھے، کبھی یہ خیال آتا تھا، کہ یہ حکومتیں بھی کبھی کمزور ہونگی، اور مفتوح اور مغلوب قومیں بھی کبھی آزادی کا سانس لیں گی۔ لیکن جب انہی اپنے زمانے کی سب سے زیادہ طاقتور، مہذب اور متمدن قوموں نے قوانینِ قدرت کی خلاف ورزی کی، تو وہ تنزل، ادبار اور انحطاط کے ایسے عمیق گڑھے میں گرے، اور قدرت کی بطش شدید نے انہیں اس طرح پکڑا، اور ان کا نام و نشان اس طرح دنیا سے مٹ گیا، کہ گویا وہ کبھی دُنیا میں آباد ہی نہ ہوئے تھے۔

بات یہ ہے، کہ افراد اور قوموں کی ترقی کے لئے قدرت کے مقرر اور معین قوانین ہیں۔ جب تک کوئی قوم ان قوانین پر عمل پیرا رہتی ہے، شوکت و سطوت، عزت و عظمت، دولت و علم اور رعب و طاقت اس کے در کی غلام اور اس کی قدم بوسی کرتی ہیں۔ لیکن جونہی ان قوانین کی خلاف ورزی شروع ہوتی ہے، مشیتِ الٰہی ایک دوسری ذلیل اور کمزور قوم کو جس نے ان قوانین کو اپنی زندگی کا معمول بنا لیا ہوتا ہے، اُبھارتی اور اٹھاتی ہے[1]۔ اور پھر یہی مجبور و مقہور قوم دُنیا کی وارث

---

[1] القصص (قرآن کریم)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو جاتی ہے۔ اور تمدن و تہذیب میں قوموں کی امام بن جاتی ہے۔ آج مصر کو دنیا کی مہذب طاقتور قوموں میں کیا حیثیت حاصل ہے؟ یہ ملک آج صرف برطانوی استعماری مشینری کا ایک معمولی سا پرزہ ہے۔ لیکن یہی مصر کبھی معلوم دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور حکومت تھی۔ اور اس کی کشورکشائی اور جہانداری کا یہ عالم تھا، کہ اس کے فرعون اپنی قوت و شوکت کے زعم میں اپنی رعایا کو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی[1] تک کہہ دیا کرتے تھے۔ کہاں ہیں آج وہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کہنے والے۔ وہ ذرا قاہرہ کے عجائب گھر کے مردہ خانوں سے جھانک کر تو دیکھیں، کہ ان کی فرمانروائی کہاں گئی؟ اور طاقتور قوموں کی صف میں ان کے ملک کو اب کیا جگہ حاصل ہے؟

مصر کی بربادی پر بابلیوں نے اپنی حکومت اور جہانبانی کا محل تعمیر کیا۔ اور بخت نصر کی شان و شوکت کی یہ کیفیت تھی، کہ اس کا پایۂ تخت بابل جس کو اس نے خود ہی تعمیر کیا، اپنے وقت کے عجائبات میں سے سمجھا جاتا تھا، اور موجودہ لنڈن ـــ دنیا کی تہذیب کے مرکز اور سب سے بڑے شہر ـــ کے رقبہ سے اس کا رقبہ چھ گنا زیادہ تھا۔[2] نینوا کی عظمت پر آج بھی اس کے کھنڈرات نوحہ کر رہے ہیں، اور زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں، کہ اس دنیا کی دولت و عزت آنی جانی چیزیں ہیں۔ دوام صرف ذاتِ باری کو حاصل ہے۔

بابل کی بربادی کے بعد ایرانی اٹھے، اور اس شان سے اٹھکر دنیا پر چھا گئے، کہ خود بابل کی گذشتہ عظمت بھی ان کے سامنے گرد ہو کر رہ گئی۔ دارا اور سائرس اپنے نیک کارناموں کی وجہ سے جریدۂ عالم پر اپنے نہ مٹنے والے نقوش چھوڑ گئے ہیں۔ یونانیوں کے سکندر اعظم کے نام سے تو سکولوں کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی واقف ہیں۔ اور دنیا کا کونسا علم اور سائنس کی کونسی شاخ ہے جو یونانیوں کے شوقِ علم کی مرہون منت نہیں۔ پھر رومن ایمپائر اپنے وقت کی کتنی بڑی اور کتنی متمدن و مہذب حکومت تھی، کہ موجودہ متمدن و مہذب یورپ نے

[1] النازعات (قرآن کریم) [2] The Martyrdom of Man.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنی ساری طرز حکومت، اور اپنا سارا قانون انہی رومیوں سے سیکھا۔ لیکن انہی طاقتور رومیوں کی اولاد ایسی بزدل ثابت ہوئی ہے، کہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے چند ہزار ہندوستانیوں نے اڑھائی لاکھ اطالویوں سے سارا ملک حبشہ چند ہفتوں کی لڑائی کے بعد چھین لیا۔

عرب کی عظمت سے کون واقف نہیں، کون نہیں جانتا کہ ایک فرزند صحراؐ کی قوتِ قدسیہ عملیہ سے اثر پذیر ہو کر بدوؤں کی ایک قوم جو جہاں رانی و جہاں گیری کے اصول، قوانین اور ضوابط سے قطعاً بیگانہ تھی، جو تہذیب و تمدن سے بالکل نا آشنا تھی، جو اونٹ کی کھال کے کپڑے پہنتے تھے، اور سوسماروں کا گوشت کھاتے تھے، جن سے دنیا ناواقف تھی، اور وہ دنیا سے ناواقف تھے، جب خدا کے نام کی منادی کے لئے اُٹھے، اور جب قوموں نے ان کی ترقی اور پروگرام کے راستہ میں رکاوٹیں ڈالنا چاہا، تو ان کی فتوحات کے سیلاب کے سامنے اپنے وقت کی بڑی بڑی حکومتیں جو صدیوں سے پہاڑوں کی سی مضبوطی سے قائم تھیں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں۔ اور ایک صدی سے بھی کم عرصہ میں وہ ساری معلوم دنیا کے مالک و حاکم بن گئے۔

دُنیا ابھی تک اس بات کو سمجھنے سے قاصر رہی ہے، کہ ایک غیر مہذب، غیر متمدن اور دُنیا سے بالکل الگ تھلگ پڑی ہوئی قوم کو ہُوا کیا، کہ ایک ایسے انسان کی تربیت کے ذریعہ جس نے دنیا کے کسی مکتب میں تعلیم حاصل نہ کی تھی، اور جو علوم مروجہ سے قطعاً ناواقف تھا، وہ چند سالوں میں ساری دُنیا پر چھا گئی۔ اُس نے ایک نئے نظام، نئے تمدن اور نئی تہذیب کی بنیاد رکھی اور انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق نئے نئے علوم دُنیا کو عطا کئے۔ وہ جو خود جاہل تھے، دُنیا کے استاد بن گئے۔ دنیا کا کونسا علم ہے، جس پر عربوں کا نقش ثبت نہیں۔ اور کونسی تہذیب و تمدن ہے، جو ان کا مرہونِ احسان نہیں۔ یورپ سمجھتا ہے، کہ اس کی موجودہ تہذیب اور تمدن کا احیاء پندرھویں صدی میں اٹلی میں ہُوا۔ لیکن حق یہ ہے، کہ یہ احیاء پندرھویں صدی میں نہیں۔ بلکہ اس سے بہت پہلے عربوں اور مسلمانوں کے زیر اثر ہوا۔ اور اٹلی نہیں، بلکہ سپین یورپ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نشأۃ ثانیہ کا گہوارہ تھا۔ یورپ اخلاقی اور تمدنی پستی اور بربریت کی گہرائیوں میں تدریجاً گرتے گرتے جہالت اور ذلت کی عمیق ترین تاریکیوں میں مبتلاء تھا۔ جب اسلامی دنیا کے بڑے بڑے شہر — بغداد قاہرہ۔ طلیطلہ۔ قرطبہ — علوم، تہذیب اور تمدن کے ترقی پذیر مرکز تھے۔ انہی مرکزوں میں وہ زندگی کی روح پیدا ہوئی، جس نے بعد میں انسانی ارتقاء کی ایک نئی شکل اختیار کی۔[1]

اسلام نے اپنے متبعین کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ ایک نئی قوت عملیہ دی۔ اس قوت عملیہ سے مختلف وقتوں میں مختلف قوموں اور ملکوں نے حصہ لیا۔ کبھی عرب اس سے متاثر ہوئے، تو وہ دنیا کے فاتح ہو گئے۔ جب ترکوں نے اسلام کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کیا، تو وہ اپنے وقت کی سب سے طاقتور قوم کہلائے۔ اور جب مغل اس پر عمل پیرا ہوئے، تو انہوں نے ایک بہت بڑی سلطنت کی بنیاد رکھی، جو تین سو سال تک ہندوستان میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ قائم رہی۔ ساتویں صدی سے لیکر سترھویں صدی تک دنیا میں مسلمان ہی سب سے بڑی فاتح، جہاں دار و جہاں گیر قوم تھی۔ وہی سب سے بڑی عظمت و شوکت اور دولت و شہرت کے مالک تھے۔ اگر ایک وقت میں دمشق دنیا کا مرکز تھا، تو دوسرے وقت میں بغداد اور غرناطہ تھے۔ پھر کبھی بخارا اور غزنی تھے۔ اور کبھی دہلی اور قسطنطنیہ۔ غرضیکہ ازمنۂ وسطیٰ میں جو ایک ہزار سال کے عرصہ پر ممتد ہے، دنیا میں کوئی قوم مسلمانوں کے مقابلہ کی نہ تھی۔ یورپ اس وقت غفلت اور جہالت کی نیند میں خراٹے لے رہا تھا۔ اور ترک ویآنا کے دروازہ تک پہونچ چکے تھے۔

سترھویں صدی میں یورپ اپنی صدیوں کی نیند سے بیدار ہوا۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدیوں میں یورپین اقوام اپنے ممالک کو چھوڑ کر ملک گیری کے لئے نکلیں، سپین، پرتگال اور ہالینڈ کے لوگ اس بارہ میں سارے یورپ سے سبقت لے گئے۔ ان کے بعد انگلستان کی باری آئی۔ اور پھر یورپ کی باقی اقوام — فرانس، جرمنی اور اٹلی کو بھی ہوش آیا۔ اور انیسویں صدی میں یورپ کی ترقی اور

[1] The Making of Humanity

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عروج کا یہ حال تھا، کہ مشرق کا کوئی ملک نہ تھا، جو یورپ کے کسی نہ کسی ملک کے زیر اقتدار نہ تھا۔ وہ جو ازمنۂ وسطیٰ میں ذلیل، غیر مہذّب اور وحشی سمجھے جاتے تھے، سترھویں اور اٹھارھویں صدیوں میں مہذب اور طاقتور بن گئے۔ اور انیسویں صدی میں تو ان کی ملکی فتوحات، ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا یہ عالم تھا، کہ وہ ساری دنیا پر اس طرح چھا گئے، کہ ریت کے ذرّات کی طرح ان کا گننا مشکل ہوگیا۔ سمندروں، پہاڑوں اور ہواؤں پر ان کی حکومت تھی۔ صحراء، میدان اور جنگل ان کے قبضہ میں تھے۔ دولت، عزّت، علم، طاقت اور رعب ان کے در کے غلام تھے۔ قومیں ان کی تقلید کرنا باعث فخر سمجھتی تھیں۔ جس چیز کو وہ اچھا کہیں وہی اچھی سمجھی جاتی تھی۔ جس کو وہ ردّ کریں، وُہ ردّ کیا جانے کے قابل خیال کی جاتی تھی۔ تاریخ عالم میں یہ شوکت وسطوت اور یہ عظمت ودولت کبھی کسی قوم کو حاصل نہیں ہوئی۔ جہاں بانی، جہاں رانی اور جہاں گیری کے جس مقام پر انیسویں صدی میں یورپ کی مسیحی اقوام پہونچی ہیں، اس مقام تک، اور قوموں کا تو ذکر ہی کیا ہے مسلمان بھی اپنے انتہائی عروج کے وقت میں نہ پہونچے تھے۔ مغرب میں یہ قومیں خود آباد تھیں، اور مشرق کے تمام ممالک ان میں تقسیم ہوچکے تھے۔ گویا ربّ العالمین کی ساری مخلوق پر مغربی اقوام کی حکومت اور غلبہ تھا۔ اور ان کے جسم اور ان کی روحیں تک مغربی قوموں کے قبضہ میں تھیں۔

مغربی اقوام اپنے درمیان مشرقی ممالک کی اس تقسیم کو بطور حق کے خیال کرتی تھیں، وہ سمجھتی تھیں، کہ نسل اور رنگ کے لحاظ سے، اپنی خلقت اور جبلّت کے لحاظ سے، اپنی دماغی اور رُوحانی طاقتوں کے لحاظ سے وہ مشرقی یعنی کالی اور بھوری اور زرد اقوام سے افضل اور بالا و برتر ہیں۔ ان کا کلچر، ان کا تمدن، اور ان کی تہذیب مشرقی کلچر، تمدن اور تہذیب سے کہیں اعلیٰ ہے، اس لئے ان کا حق ہے، کہ وہ مشرقی اقوام کو ہمیشہ دبائے رکھیں، ان کو کبھی اُبھرنے نہ دیں، ان کی سیاسی اور اقتصادی ہستی مٹا دیں، اور ان کے جسموں میں سے زندگی کا خون چُوس لیں۔ انہوں نے خدا کی مخلوق کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک وہ جو حکومت کرنے اور عیش کرنے کے لئے پیدا کئے گئے، اور دوسرے وہ جو ان کی خدمت کرنے کے لئے مخلوق ہوئے۔ اور یہ مغربی اقوام یہ بات بھول گئیں، کہ گذشتہ تین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صدیاں چھوڑ کر وہ بہائم کی سی زندگی بسر کرتی تھیں۔ اور تمدن اور تہذیب کے نام سے بھی ناآشنا تھیں۔ علم اور تہذیب اور حکومت کا گہوارہ مشرق تھا۔

دُنیا کے امن کو جس قدر اس فاسد خیال نے برباد کیا ہے، کہ ایک قوم سمجھتی ہے، کہ میرا تمدن اور میرا کلچر اور میری تہذیب میری ہمسایہ قوم کے تمدن اور تہذیب سے بہتر ہے اور کسی چیز نے اتنا نہیں کیا۔ دُنیا میں جتنی جنگیں ہوئی ہیں، اور جتنی کوششیں ایک قوم نے دوسری قوم کو مغلوب و مفتوح بنانے میں خرچ کیں، ان میں سے اکثر کے پیچھے یہی خیال کارفرما تھا، کہ حملہ آور قوم اپنے آپ کو اس قوم سے جس پر وہ حملہ کرتی تھی، نسل، رنگ، قومیت اور تہذیب و تمدن کے لحاظ سے افضل سمجھتی تھی۔ اور اس بات میں اپنے آپ کو حق بجانب خیال کرتی تھی، کہ ایک کم درجہ کے تمدن اور تہذیب کو برباد کر کے اس کی جگہ اپنا بہتر کلچر قائم کرے۔ بابلی، یونانی، ایرانی اور رُومی سب قوموں نے اپنے اپنے وقت میں اسی خیال کے ماتحت دوسری قوموں کو زیر کیا۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں مغربی اقوام نے بھی اسی بہانہ سے سارے ایشیا اور افریقہ کی گردن میں زبردستی غلامی کا جُوا ڈالا، اور خدا کی مخلوق کو سفید، سیاہ، زرد اور بھورے میں تقسیم کر کے اپنے حق میں دنیا کی حکومت کی دائمی اجارہ داری اور افریقی اور ایشیائی قوموں کے حق میں ابدالآباد کی غلامی کا پٹہ لکھ دیا۔ گذشتہ دس سال میں جاپان نے منچوریا پر اسی بہانہ سے حملہ کیا، اور اب وہ چین کو اسی بہانہ سے ہضم کرنا چاہتا ہے۔ حبشہ میں اٹلی حبشی لوگوں کو تعلیم دینے اور مہذب بنانے کی خاطر داخل ہوا، لیکن اب وہاں سے بیک بینی و دوگوش نکالا جا چکا ہے۔ اور ہٹلر کی گذشتہ پانچ سال کی سیاسی تفوق کے حصول کے لئے ساری کوششوں کے پیچھے بھی یہی خیال کام کر رہا ہے، کہ ایک برتر و اعلیٰ قوم کو یہ حق پہونچتا ہے کہ ایک ذلیل قوم کے ذلیل کلچر کی جگہ اپنا بہتر کلچر قائم کرے۔ گذشتہ صدی میں تو مغربی اقوام ایشیائی اور افریقی ممالک پر اپنے ظالمانہ اور غاصبانہ قبضہ کو نہایت مشفقانہ انداز میں "سفید قوموں کے کندھوں پر بوجھ" کے نام سے یاد کرتی تھیں۔ اس قزاقانہ ملکی مار دھاڑ وں کا نام انہوں نے "White man's burden" رکھا ہوا تھا۔ یعنی یورپ نے ایشیا اور افریقہ پر جو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قبضہ جمایا ہُوا ہے، یہ تو بیچاری مغربی اقوام کے کندھوں پر ایک بے فائدہ بوجھ ہے، مغربی اقوام تو ایشیاء اور افریقہ میں اپنے کسی فائدہ کے لئے نہیں، بلکہ ایشیائی اور افریقی غیر متمدن لوگوں کو تہذیب سکھانے گئی ہیں۔ یہ اسی تہذیب سکھانے کا ہی نتیجہ تھا، کہ گذشتہ صدی کے آخر میں مغربی اقوام کو "زرد خطرہ" اور "سیاہ خطرہ" محسوس ہونے لگا۔[1] اور ان قوموں میں اپنے خلاف ایک بے پناہ طوفان اٹھتا ہُوا نظر آیا۔ نسل کے لحاظ سے قوموں کی تقسیم کے خیال کو۔ جس کا ہٹلر سب سے بڑا علمبردار ہے۔ عملی طور پر یہاں تک وسعت دی گئی، کہ جہاں مغربی اقوام نے مشرقی ممالک کو اپنی موروثی ملک سمجھا، مشرقی اقوام پر مغربی ممالک کے دروازے بند کر دیئے۔ یہانتک کہ دوسرے ممالک کو چھوڑ خود برٹش ایمپائر جس کا سب سے بڑا حصہ ہندوستان ہے کے دوسرے حصوں یعنی آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، کینیڈا اور جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کا داخلہ بند کر دیا گیا۔

نسل اور رنگ کے لحاظ سے قوموں کی اس تقسیم کا اسلام سب سے بڑا دشمن ہے، اور اس شخص کا بھی سب سے بڑا دشمن ہے، جو اس خیال کا سب سے بڑا مؤید اور علم بردار ہے۔ اسلام کی تعلیم کا مرکزی نقطہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا عقیدہ ہے۔ اور اس عقیدہ کا طبعی نتیجہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے۔ یعنی ایک ربّ کی مخلوق ہوتے ہوئے محض رنگ اور نسل کی وجہ سے کوئی قوم کسی دوسری قوم سے افضل نہیں ہو سکتی۔ بانئ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آخری تقریر میں جو آپؐ نے ہزارہا انسانوں کے سامنے عرفات کے میدان میں کی، اور جس کو بنی نوع انسان کے لئے آپکی آخری وصیت کا مقام حاصل ہے، اس خیالِ فاسد کی شدّت سے تردید فرمائی۔ آپؐ نے فرمایا۔ نسل، قومیت اور رنگ کے امتیازات آج سے مٹائے جاتے ہیں، کسی قوم کو ان وجوہات کی بناء پر دوسری قوم پر کوئی فضیلت نہ ہوگی۔ آج سے عرب اور عجم کا جھگڑا ختم کیا جاتا ہے۔ کالے، گورے اور بھورے کی تفریق مٹائی جاتی ہے۔ اب دُنیا میں ایک ہی قوم ہوگی، اور وہ بنی نوع انسان ہے۔ تمام قومی تفاخر،

---

[1] Lothrop Stoddard

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تمام قومی خدا اور دیوتے، قومی رسول اور مصلح، قومی شریعتیں، قومی قبیلے، قومی تمدن اور تہذیبیں سب دنیا سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیئے جائیں گے۔ اب دُنیا کا ایک خدا، ایک رسُول، ایک شریعت اور ایک قبلہ ہوگا۔ اور تمام بنی نوع انسان اب ایک قوم ہونگے۔ نہایت خوبصورت طریق سے آپؐ نے مختصر الفاظ میں ایک ایسی بیماری کا علاج دنیا کو بتلا دیا، جو قوموں اور نسلوں کو سِل کی طرح کھا رہی تھی۔ آپؐ کے ماننے والوں میں کم از کم کبھی قوموں کی تفریق رنگ، نسل اور قومیت کی بناء پر نہیں ہوئی۔ وہ عرب جو دوسری تمام اقوام کو عجم یعنے گونگے سمجھتے تھے، جہاں کہیں بھی گئے، دوسری قوموں کو انہوں نے اپنا بھائی سمجھا، اور ان سے بھائیوں جیسا سلوک کیا۔

مغربی اقوام کی جس جہاں داری کا میں نے ذکر کیا ہے، وہ انیسویں صدی کے آخر میں اپنی انتہاء کو پہونچ چکی تھی۔ دنیا کا کوئی حصہ ان کے تصرّف سے باہر نہ تھا۔ بحرالکاہل اور بحر اوقیانوس کے دور دراز جزائر بھی ان کے قبضہ میں آچکے تھے۔ قطب شمالی و جنوبی پر اُن کے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ سمندروں پر اُن کا قبضہ تھا، ہوا پر ان کی حکومت تھی۔ دنیا ان کی جولانیوں کے لئے تنگ معلوم ہو رہی تھی۔ ان کا مادی عروج اپنی آخری حد کو پہونچ چکا تھا۔ اور ساتھ ہی مشرقی اقوام کے ساتھ ان کا ظلم بھی۔ یہ وقت تھا جب مغربی اقوام طاقت اور قوت کے نشہ میں مخمور اور اپنے مستقبل سے مطمئن مشرقی اقوام کو اپنے استعمار اور استبداد کے آہنی پنجہ میں دبائے ہوئے تھیں۔ کہ خدا کی آواز مشرق سے اُٹھی۔ اور اس نے زیر دستوں کو پکار کر کہا، کہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو کہ اب تمہارے حساب کا وقت آپہونچا ہے۔ اب خدا ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ زیردستوں کو زبردستوں کے پنجہ سے چھڑانا چاہتا ہے۔ اور سب قوموں کو اپنے امن کے جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتا ہے۔ اب یہ مادی، لعنتی اور شیطانی مغربی تہذیب برباد ہو کر رہے گی۔ اور خدا کے بندے خدا کے بندے بنیں گے۔ وہ جو حقیر سمجھے جاتے ہیں، عزّت کے تخت پر بٹھائے جائیں گے۔ اور مغرور و جفاکش حکمران ذلیل و خوار ہونگے۔ یہ آسمانی آواز ان کانوں نے سُنی، اور وہ نہ سُن سکتے تھے، جو قوت اور سطوت کے نشہ میں مخمور عیش کی نیند سو رہے تھے۔ لیکن جو فیصلہ آسمان پر ہو چکا تھا، اس کو کون رد کر سکتا تھا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

افراد اور قوموں کی زندگیوں میں ایسے مواقع آتے ہیں، جب وہ زندگی کے چوراہے (Cross-Road) پر پہونچ جاتی ہیں۔ اس نازک مقام پر پہونچکر ایک غلط قدم ان کے مستقبل کو ہمیشہ کے لئے برباد کردیتا ہے، اور اسی طرح ایک صحیح طریق کاران کی آئندہ آنے والی زندگی کو کامیاب وکامران بنادیتا ہے خود پوری انسانیت بھی مشیّت الٰہی کے ماتحت سینکڑوں سالوں کے گذرنے پر ایک چوراہے پر پہونچتی ہے وہاں سے اس کو ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے۔ اس کے لئے ایک نیا نظام تیار کیا جاتا ہے۔ اس کیلئے ایک نیا آسمان اور نئی زمین بنائی جاتی ہے۔ بنی نوع انسان کی ساری زندگی پر ایک عظیم الشان انقلاب آتا ہے۔ اس کے حالات قطعی بدل جاتے ہیں۔ ایک ہی جست میں انسان ہزاروں سالوں کا فاصلہ طے کرجاتا ہے۔ میرا یقین ہے، کہ ایک عظیم الشان مامور الٰہی کی بعثت کے وقت انسان اپنی زندگی کے چوراہے پر پہونچتا ہے۔ اس وقت اس کے حالات میں انقلاب آتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۴ء کا سال انسانی زندگی میں ایک بہت بڑا لینڈ مارک (Land Mark) تھا۔ اس وقت ایک نئی دنیا کی بنیاد پڑی۔ انسانی حالات پر ایک عظیم الشان انقلاب آیا۔ اور جس انقلاب کی اس سال بنیاد پڑی، وہ اتنا عظیم الشان انقلاب تھا، کہ اس سے پہلے اور بعد کی دُنیا دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ اس سال کے واقعات کے نتیجہ میں جو تحریکیں پیدا ہوئیں، ان کے اثرات صدیوں تک انسانی زندگی میں محسوس ہوتے رہیں گے۔ دنیا اب ایک انقلابی دَور سے گذر رہی ہے۔ اس انقلابی دَور نے بہت بڑی انقلابی شخصیتیں اور بہت بڑی انقلابی تحریکیں پیدا کی ہیں۔ اس دَور کی بنیاد غیر مرئی اور غیر محسوس پر تو انیسویں صدی کے آخر میں پڑ چکی تھی۔ لیکن محسوس اور مرئی طور پر وہ انقلاب سنہ ۱۹۱۴-۱۸ء کی جنگ کے شروع ہونے سے نظر آنے لگا۔

وہ آگ جو آج سے چھبیس ستائیس سال پہلے آسٹریا کے ایک شاہزادے کے قتل سے یورپ میں لگی، اس کے شعلے ابھی تک مغربی ممالک کو جلا رہے ہیں۔ اور مشرقی ممالک بھی اس کی لپیٹ میں آرہے ہیں۔ موجودہ جنگ اسی جنگ کا تسلسل ہے۔ یہ کوئی نیا واقعہ نہیں۔ اسی واقعہ کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ اور پہلی جنگ کی ایک زیادہ خوفناک شکل ہے۔ قدرت چاہتی ہے، کہ اس کے قوانین کی جو خلاف ورزی ہوتی رہی ہے، اس کی سزا دی جائے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں چار سال کی خونریز لڑائی کے بعد ـــــ جس میں ایک کروڑ کے قریب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نوجوان لقمۂ اجل ہوئے، اور دو کروڑ سے زیادہ زخمی ــــ جرمنی اور اسکے ساتھیوں کو شکست ہوئی، اور انگریز، فرانس اور ان کے اتحادی فتحیاب ہوئے۔ کہنے کو تو یہ جنگ ۱۹۱۸ء میں ختم ہوگئی، لیکن اپنے پیچھے بہت سے نہ حل ہونیوالے مسائل اور ایسے جراثیم چھوڑ گئی، جو پچیس سال کے گذرنے کے بعد موجودہ ہولناک اور برباد کن جنگ پر منتج ہوئے۔

اور گو لڑائی

کے دوران میں اتحادیوں کے مدبر اور سیاستدان کہتے تھے کہ یہ جنگ جنگ کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے لڑی جا رہی ہے۔ لیکن جنگ کے خاتمہ پر اور اس کے بعد کے پچیس سالوں میں ان سے ایسی حرکات سرزد ہوئیں جن حرکات نے دنیا کو چند ہی سالوں میں پھر ایک پہلی سے زیادہ خون ریز، زیادہ تباہ کن، اور زیادہ ہولناک جنگ میں دھکیل دیا۔ بات یہ ہے، کہ گو گذشتہ جنگ میں فرانسیسی اور انگریز ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ لیکن نسلی اور کلچرل طور پر انگریز ہمیشہ اپنے آپ کو فرانسیسیوں کی نسبت جرمنوں سے زیادہ قریب محسوس کرتے رہے ہیں۔ یہ تو حالات کی مجبوری تھی، اور وہ حالات جرمنوں کے پیدا کردہ تھے، جنکی وجہ سے انگریز جرمنوں کے خلاف لڑے، ورنہ دل سے انگریز جرمنوں سے لڑنا نہ چاہتے تھے۔ انیسویں صدی کے شروع میں انگریز جرمنوں کے ساتھ ملکر نپولین سے لڑے تھے۔ اس سے پہلے بھی ہمیشہ فرانسیسیوں اور انگریزوں کی جنگیں ہوتی رہیں۔ لوئیس چاردہم کے ساتھ انگریزوں کی جنگیں تاریخ یورپ کا ایک روشن ورق ہیں۔ ہنری پنجم انگریزوں کا مشہور بادشاہ بھی فرانسیسیوں سے ہی جنگ کرتا رہا۔ کینیڈا اور ہندوستان میں بھی انگریز اور فرانسیسی ہی ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ ۱۸۷۰ء میں جب بسمارک فوجیں لیکر پیرس پر چڑھ آیا، تو اس وقت فرانس کی تائید کے لئے انگریزوں نے انگلی تک نہ اٹھائی۔ اور جرمنوں نے فرانسیسیوں سے الساس اور لورین کے زرخیز علاقے چھین لئے۔ یہ قیصر ولیم کی احمقانہ پالیسی تھی، جس نے انگریزوں کو جرمنوں کے خلاف کر دیا۔ بسمارک جرمنوں کا آہنی چانسلر ہمیشہ نو آبادیات حاصل کرنے کی پالیسی کے خلاف رہا۔ وہ صرف جرمنی کا اقتدار یورپ میں قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا، کہ نو آبادیات کے حصول کی پالیسی انگریزوں کو فرانسیسیوں کے ساتھ ملا دے گی۔ لیکن قیصر ولیم نے بسمارک کی پالیسی کو بدلکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے سمندری بیڑے کو مضبوط کرنا چاہا۔ اس کا لازمی نتیجہ انگریزوں کی دشمنی تھی۔ چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم سے پہلے چند سال انگریزی سیاست جرمنوں کے خلاف فرانسیسیوں، روسیوں اور انگریزوں کا اتحاد قائم کرنے میں مصروف رہی۔ اور اس بارہ میں شاہ ایڈورڈ ہفتم کی زبردست شخصیت انگریزوں کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں بلجیم پر حملہ نے انگریزوں کو جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ کیونکہ یہ واضح بات تھی، کہ جس بڑی طاقت کے قبضہ میں بلجیم یا ہالینڈ ہوتا، انگلستان کو اس سے سخت خطرہ تھا۔ جنگِ عظیم ختم ہونے پر اور جرمنوں کا بحری بیڑا فنا ہونے پر انگریزوں کو اب جرمنوں سے کوئی خطرہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اب ان کے پرانے نسلی اور کلچرل جذبات پھر جرمنوں کے متعلق اُبھرنے شروع ہوئے۔ گذشتہ جنگِ عظیم کے ختم ہونے سے لیکر موجودہ جنگِ عظیم کے شروع ہونے تک انگریزی پالیسی کم و بیش پرو جرمن (Pro-German) رہی۔ انگریزوں کی قدامت پسند پارٹی میں بہت سے ذی اقتدار اشخاص ایسے تھے، جو دل سے جرمنی کے حامی تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے، کہ جرمنی جو اب بہت کمزور ہو چکا تھا اس کو اور کمزور کیا جائے۔ اور فرانس جو جرمنی کی شکست کے بعد یورپ کے برّاعظم پر سب سے بڑی طاقت ہو چکی تھی، جرمنی کو کمزور کر کے اس کی طاقت میں اور اضافہ کیا جائے۔ دوسرا اتحادی ملک روس تھا، وہ سنہ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی وجہ سے یورپ کی سیاست سے بالکل الگ ہو چکا تھا۔ اس کے مدبر اور سیاستدان روس کو اب ایک مشرقی ملک خیال کرتے تھے۔ اور مغرب کی سیاست میں انہوں نے کوئی حصہ لینا چھوڑ دیا تھا۔

گذشتہ جنگ عظیم میں اتحادیوں کی فتح کا ایک بہت بڑا سبب جنگ کے تیسرے سال کے آخر میں امریکہ کا جنگ میں شریک ہونا تھا۔ امریکہ کے پریذیڈنٹ وِلسن کو مصیبت زدہ یورپ نے ایک نجات دہندہ کی صورت میں دیکھا۔ اس کے چودہ نکات میں اس کو ایک مستقل صلح کی صورت نظر آئی۔ لیکن لڑائی ختم ہونے کے بعد امریکہ کے لوگوں نے اپنے پریذیڈنٹ کی مخالفت شروع کر دی، اور وہ لیگ آف نیشنز جو وِلسن کے دماغ میں پیدا ہوئی تھی، اس میں امریکہ کبھی بھی شریک نہ ہوا۔ لڑائی ختم ہوتے ہی امریکہ میں یورپ کے معاملات سے علیحدہ رہنے کی ایک ایسی تیز رَو چلی، کہ موجودہ جنگ کے شروع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونے تک اس کا بہت بڑا اثر ملک پر تھا، اور پریذیڈنٹ روزویلٹ کی لگاتار دوسالہ کوششوں کے بعد اب امریکہ میں موجودہ جنگ میں شرکت کے لئے آمادگی پائی جانے لگی ہے۔ خود جرمنی میں جس کو اس جنگ میں شکست ہوئی کچھ حالات میں ایسی نمایاں تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اتحادی تو یہ سمجھتے تھے، کہ ہم نے قیصر کو ملک سے نکال کر اور جمہوریت کو قائم کرکے اور ملوکیت پسند فوجی پارٹی کا اقتدار ختم کرکے جرمنی میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ لیکن لوگوں کی ذہنیت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی تھی۔ جرمن لوگ ہمیشہ سے اقتدار پسند واقع ہوئے ہیں، اور فوجی ذہنیت رکھتے ہیں، اور بد قسمتی سے جرمنی کی جمہوری حکومت کو قابل آدمی بھی میسر نہ آئے۔ اس کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی مدبروں نے ویمر ریپبلک کے اقتدار اور رعب کے قائم رکھنے میں حکومت کی ذرا بھی مدد نہ کی۔ نام کو تو جرمنی اب ایک سوشلسٹ جمہوری ملک ہو چکا تھا۔ مگر ملک میں بڑے بڑے زمیندار اپنی جاگیروں پر بدستور قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ بڑے بڑے ساہوکار اور مہاجن اور کارخانہ جات کے مالک اپنی اپنی کمپنیوں کے بدستور ڈائرکٹر تھے۔ یہاں تک کہ فوجی لیڈر بھی ابھی اپنی اسامیوں پر قائم تھے۔ اور فوج میں کوئی اصلاحات جمہوری اصولوں پر نہ ہوئی تھیں۔ وہی پرانی شاہ پسندانہ ذہنیت موجود تھی۔ اور فوج کی حکومتِ وقت کے ساتھ وفاداری مشکوک یا زیادہ سے زیادہ نیم گرم سی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا، کہ جمہوری حکومت کو ملک میں وہ اقتدار کبھی بھی حاصل نہ ہوا، جو قیامِ امن کے لئے ضروری تھا۔ اس کی وجہ سے ملک میں حکومت کی فوج کے علاوہ کئی پرائیوٹ فوجیں مثلاً نازی، کمیونسٹ، نیشنلسٹ، سوشلسٹ موجود تھیں۔ ان فوجوں کی اپنی باقاعدہ وردیاں تھیں۔ اور اپنے فوجی عہدے اور افسر تھے۔ اور یہ پرائیویٹ فوجیں کم و بیش مسلح بھی تھیں۔ یہی وجہ ہے، کہ جب ہٹلر اور لیوڈن ڈارف نے ۱۹۲۳ء میں میونچ میں گورنمنٹ کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی، تو حکومت اپنی کمزوری کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ ان دونوں باغیوں کو پھانسی نہ دے سکی، بلکہ لیوڈن ڈارف کو تو بالکل چھوڑ دیا، اور ہٹلر کو چند سال کی قید کی سزا دی گئی، جو صرف چار ماہ رہی۔ اس کے بعد وہ بھی آزاد کر دیا گیا۔

ان اسباب کے علاوہ جن کی وجہ سے جرمن جمہوری حکومت کو کبھی وہ قوت اور اقتدار حاصل نہ ہوا،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو اس کی پائیداری اور استقلال کیلئے ضروری تھا۔ تاوان جنگ کے وصولی کرنے میں فرانسیسیوں کی سختی اور اس کے سلسلہ میں رو ہر پر فرانسیسیوں کا قبضہ۔ اسکے علاوہ جرمن سکہ کی قیمت کا حد درجہ گر جانا جسکی وجہ سے سوسائٹی کا درمیانی طبقہ جو بمنزلہ ملک کی ریڑھ کی ہڈی کے ہوتا ہے بالکل تباہ ہوگیا۔ اور وہ عالمگیر اقتصادی بدحالی جو ۱۹۳۱-۳۰ء میں واقع ہوئی، اور جس کا شکار کم و بیش ہر ملک ہوا۔ لیکن جس کی بربادی اور تباہ کاری جرمنی میں سب سے نمایاں تھی۔ اور اس اقتصادی بدحالی کے نتیجہ میں ملک میں وسیع پیمانے پر بیکاری۔ یہ ایسی باتیں تھیں، جنہوں نے ملک کی موجودہ حکومت کے خلاف جرمنوں میں نفرت کا ایک زبردست جذبہ پیدا کر دیا۔ اور ملک میں حکومت کے خلاف بغاوت کی فضا پیدا ہوگئی۔ ہٹلر نے ان حالات سے فائدہ اٹھایا، وہ اپنی قوم کیلئے نجات دہندہ بن کے اُٹھا۔ نوجوانوں کو اپنے گرد جمع کیا۔ ایک زبردست پارٹی کی تنظیم کی، اور حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر امراء اور فوجی لیڈروں کے ایک حصّہ کو اپنے ساتھ ملا کر پریذیڈنٹ ہینڈن برگ کی زندگی میں ہی جرمنی کا چانسلر بننے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اس کے چانسلر ہوتے ہی ملک میں ظلم اور جور کا وہ طوفان اُٹھا، کہ انصاف اور شرافت انگشت بدندان رہ گئے۔ نازی پارٹی کے سوا ملک میں نہ کسی کی عزت محفوظ تھی، نہ مال۔ اور یہودیوں پر جو ظلم ڈھائے گئے، ان کے سامنے تو بخت نصر اور ٹائیٹس کے مظالم بھی گرد ہو کر رہ گئے۔ بخت نصر کے ہاتھوں یہودیوں کی بربادی پر بنی اسرائیل کے جو انبیاء و صلحاء خون کے آنسو بہاتے رہے، اگر وہ ہٹلر کے ہاتھوں اسرائیل کی بربادی کو دیکھتے، تو معلوم نہیں، ان کا کیا حال ہوتا۔ یہودی ہی نہیں وہ عیسائی بھی خواہ وہ رومن کیتھولک تھے یا پراٹسٹنٹ، جنہوں نے نازی پارٹی کی حکومت کا گرم جوشی سے استقبال نہ کیا، جیل خانوں میں ڈالے گئے، اور انہوں نے قید و بند کے مصائب اُٹھائے۔ سوشلسٹ اور کمیونسٹ بھی اس اندھیر نگری میں یہودیوں کے ساتھ ظلم اٹھانے میں برابر کے حصہ دار تھے۔ بہرحال ہٹلر کو ملک میں اقتدار حاصل ہوگیا، اور اپنی قابلیت اور اپنی پارٹی کی تنظیم سے وہ اقتدار اتنا بڑھا، کہ چھ سال کے قلیل عرصہ میں جرمنی دنیا کی سب سے بڑی فوجی طاقت بن گئی۔ اور ہٹلر دُنیا کے امن کے لئے زبردست خطرہ بن گیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہٹلر جنوری ۱۹۳۳ء میں برسرِ اقتدار آیا، اس وقت بے قاعدہ طور پر خواہ جرمنی میں کتنی ہی فوج ہو باقاعدہ فوج معاہدہ وارسائی کی رُو سے ایک لاکھ سے زیادہ نہ تھی۔ اور جب اس نے ۱۹۳۹ء کے ستمبر میں پولینڈ پر حملہ کیا، اور اس کے بعد ۱۹۴۰ء کے مئی اور جون میں مغربی یورپ پر، تو اس کی فوج اتنی بڑی اور طاقتور تھی، اور اس کے پاس لڑائی کا سامان اتنا زیادہ اور اچھا تھا، کہ اس نے بڑی بڑی حکومتوں کو دو دو ہفتوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھدیا۔ اور اگر خدائے تعالیٰ کی مشیت کے ماتحت اس کی نصرت انگریزوں کے شامل حال نہ ہوتی، تو آج دُنیا کا نقشہ بالکل اور ہوتا۔ ایک تیسرے درجے کی فوجی قوت رکھنے والے ملک کا چھ سال کے قلیل عرصہ میں دنیا کی سب سے بڑی فوجی طاقت بن جانا سیاسی دُنیا کا ایک حیران کن راز ہے۔ خلافتِ راشدہ کے عہد میں مسلمانوں کی فتوحات کچھ کم حیران کن نہ تھیں۔ دس بارہ سال کے عرصہ میں عربوں نے فنِ حرب سے قطعًا ناواقف ہوتے ہوئے اور کوئی قابلِ ذکر سامانِ حرب نہ رکھتے ہوئے اپنے وقت کی دو سب سے بڑی حکومتوں ـــ ایران و روم ـــ کو ختم کر دیا تھا۔ اور مسلمان اکثر اوقات ایک اور ایک سَو کی نسبت سے دشمن سے لڑتے تھے اور ان پر فتح پاتے تھے۔ ان کے جرنیلوں نے ساٹھ ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ساٹھ ساٹھ ہزار کے جرار لشکروں کو شکستیں دیں۔ لیکن یورپ مشرق کے جرنیلوں اور اس کے جانبازوں کو خاطر میں نہیں لاتا، نہ ان کو قابلِ اعتنا سمجھتا ہے۔ وہ تو نپولین اور سکندر اور ہینی بال، ڈیوک آف ولنگٹن اور مارل بارو کے ناموں کو ہی جانتا ہے۔ ان جرنیلوں میں سے کسی نے بھی اتنے قلیل عرصہ میں وہ فتوحات حاصل نہیں کی تھیں، جو ہٹلر کو حاصل ہوئیں۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے، کہ صرف چند ماہ میں ہٹلر یورپ کے سارے ممالک کو یکے بعد دیگرے فتح کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ ایک غریب ملک جس کو گذشتہ جنگ عظیم میں شکست کی وجہ سے بہت سا تاوان بھی ادا کرنا پڑا تھا، اس کے پاس سامانِ حرب بنانے کیلئے اتنا روپیہ کہاں سے آگیا؟ مَیں گذشتہ صفحات میں بعض ان اسباب و وجوہ پر روشنی ڈال چکا ہوں، جو جرمنی میں ہٹلر کے اقتدار کے بڑھنے کا موجب ہوئے۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے، کہ جو تجاویز جرمنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اقتصادی حالت کو برباد کرنے کے لئے سوچی گئیں، وہی اس کی دولت کے بڑھنے کا موجب ہوئیں۔ جو تاوانِ جنگ روپیہ کی شکل میں جرمنی پر لگایا گیا، اس کا بہت سا حصّہ جرمنی نے کبھی ادا نہ کیا، اور اس کے ادا نہ کر سکنے کا سبب اپنی مالی بدحالی، ملک میں کارخانوں اور تجارت کا بند ہو جانا اور بیکاری تبلا کر ٹال مٹول کرتا رہا۔ اور یورپ اور امریکہ مجبور ہو گئے، کہ جرمنی کو اتنا قرضہ دیں، جس سے اس کی صنعت اور تجارت چلے۔ اور وہ اس سے فرانس کو اپنا تاوان ادا کر سکے۔ ینگ اور ڈاس تجاویز کی رو سے جو روپیہ قرضہ کی شکل میں جرمنی کو دیا گیا، وہ اس تاوان کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا، جو جرمنی فرانس کو ادا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ۱۹۲۳ء میں جرمنی کے سکّہ کی قیمت کم ہو جانے سے جہاں ملک کے درمیانی ملازمت پیشہ حصّہ کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ اس Inflation کی وجہ سے اربوں پونڈوں کی شکل میں غیر ملکی روپیہ جرمنی میں پہونچ گیا۔ یہ دو ظاہری اسباب تھے، جو جرمنی میں اس کی ظاہری مالی بدحالی کے دنوں میں ملک میں غیر ملکی سرمایہ کھینچ لانے کا باعث ہوئے۔ اور برسرِ اقتدار آتے ہی ہٹلر نے جرمنی کے یہودیوں سے جس طرح سختی سے روپیہ جمع کیا، وہ ایک تازہ واقعہ ہے۔ اور ظاہر ہے، کہ جرمنی کے یہودی بہت دولت مند لوگ تھے۔ بہرحال اپنے ملک میں طاقت حاصل کرنے میں ہٹلر کے لئے جرمنی کے اپنے اندرونی حالات ممد ہوتے، جنکی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ روپیہ اس کو مذکورہ بالا طریقوں سے بہت سا حاصل ہوا۔ اور یورپ میں اس کی طاقت وقوت کا سبب یورپین ممالک کی باہم بداعتمادی اور رقابت اور انگریزی قوم کے قدامت پسند اور دولتمند طبقہ کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی تھی۔ انگریز آج ہٹلر سے نالاں ہیں۔ انگلستان کی صدیوں کی قیمتی یادگاریں اس کے ہاتھوں برباد ہو چکی ہیں۔ ویسٹ منسٹر ایبے اور شاہی محلات اور سینٹ پال کے گرجا پر اس کے بم تباہی مچا چکے ہیں۔ لیکن انگریزوں کے سیاسی حالات سے خبر رکھنے والا طبقہ جانتا ہے، کہ ہٹلر کو انگریزوں نے ہی بڑھایا۔ انہوں نے ہی ہمیشہ اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اس کو روپیہ سے مدد دی۔ اس کی بدعہدیوں سے چشم پوشی کی۔ اور جب وہ چھوٹے چھوٹے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملکوں کو ہضم کرتا گیا، تو انگریز اغماض سے کام لیتے رہے نہ بلکہ دوسروں کو بھی اسکے مقابلہ سے روکتے رہے ؎

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تُست

۱۹۳۱ء کا سال بین الاقوامی سیاست میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس سال جہاں ایک طرف اقتصادی بدحالی نے تمام ممالک میں تباہی مچادی، دوسری طرف سیاسیات عالم میں ایک بظاہر معمولی واقعہ ہوا، جو آگے چلکر امنِ عالم کی بربادی کا باعث ہوا۔ جاپان نے ایک معمولی بہانے سے منچوریا پر حملہ کر دیا۔ جاپان اور چین دونو لیگ آف نیشنز کے ممبر تھے۔ اور لیگ کے معاہدہ (League Covenant) کی رُو سے لیگ کے تمام ممبر، جس میں فرانسیسی اور انگریز بھی شامل تھے، مجبور تھے، کہ وہ چین و جاپان کا تصفیہ کروادیں۔ اور اگر جاپان تعدّی اور ظلم سے باز نہ آئے، تو سب اسکے خلاف فوج کشی کریں۔ فرانس اس معاہدہ کو پورا کرنیکو تیار تھا۔ روس اور امریکہ گو اس وقت لیگ کے باقاعدہ ممبر نہ تھے۔ لیکن وہ بھی جاپان کے مقابلہ میں لیگ کی مدد کرنیکو تیار تھے۔ لیکن سر جان سائمن وزیر خارجہ سلطنت انگلشیہ نے اس معاملہ میں کوئی موثر قدم اٹھانے سے نہ صرف انکار کر دیا، بلکہ لیگ آف نیشنز کے اجلاس میں جاپان کے نمائندہ کی حوصلہ افزائی کی[1]۔ منچوریا پر جاپان نے قبضہ تو کر لیا۔ لیکن بین الاقوامی قزاقی کا دروازہ بھی ساتھ ہی کھل گیا۔ کمزوروں کی مدد کرنیکا دعویٰ کرنیوالوں نے خود ہی ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن وہ اس بات کو بھول گئے، کہ چین کے ساتھ ان کی بدعہدی کبھی ان کیلئے بہت بڑے مصائب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں ہٹلر جرمنی کا چانسلر ہو چکا تھا سنہ ۱۹۳۵ء کے شروع میں معاہدہ وارسائی کی رُو سے علاقہ سار میں آزاد انتخاب ہوا، اور یہ علاقہ جرمنی میں شامل ہو گیا۔ ہٹلر کی اس سے ہمت بڑھی۔ اور جمہوریتوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے تین ماہ کے بعد ملک میں جبری بھرتی کا قانون جاری کر دیا، اور آسٹریا کو دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ اب کچھ انگریزوں اور فرانسیسیوں کو ہوش آنے لگا۔ انہوں نے اٹلی سے ملکر ایک مشترکہ محاذ (سٹریسا محاذ) قائم کرنے کی تجویز کی یہ محاذ ہٹلر کے خلاف ثابت ہونے کی بجائے خود انگریزوں اور فرانسیسیوں میں اختلاف پیدا کرنیکا باعث

---

[1] Survey (1933) Royal Institute for International Affairs.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو گیا۔ ہٹلر اس وقت آسٹریا پر حملہ کرنے سے تو رک گیا، لیکن سٹریسہ میں جو ریزولیوشن پاس ہوا، اس کی سب سے بڑی دفعہ یہ تھی، کہ یہ تینوں طاقتیں ملکر "یورپ میں کسی جارحانہ کارروائی کرنیوالی طاقت کا مقابلہ کرینگی"۔ مسولینی نے یورپ کے لفظ سے فائدہ اٹھا کر چھ ماہ بعد حبشہ پر حملہ کر دیا۔ کہتے ہیں، کہ مسولینی اور رسوائے عالم موسیو لاوال فرانسیسی وزیر خارجہ میں یہ بات خفیہ طور پر پہلے ہی قرار پا چکی تھی، کہ اگر مسولینی حبشہ پر حملہ کرے، اور انگریز لیگ آف نیشنز کے معاہدہ کی رُو سے حبشہ کی مدد کرنا چاہیں (کیونکہ حبشہ اور اٹلی دونوں لیگ کے ممبر تھے) اور اٹلی کو سزا دینا چاہیں، تو فرانس اس کارروائی میں کوئی موثر حصہ نہ لے۔ چنانچہ حبشہ پر حملہ ہوا، فرانس نے کہا کہ یہ تو برطانیہ اور اٹلی کا کوئی پرائیویٹ جھگڑا ہے، ہمیں اس سے کیا؟ چین اور جاپان میں پرائیویٹ جھگڑا تھا، اس کے نتیجہ میں منچوریا گیا۔ اب اٹلی اور برطانیہ میں پرائیویٹ جھگڑا تھا اس کے نتیجہ میں ایک غریب اور نہتے ملک (حبشہ) کی آزادی گئی۔

ہٹلر ان حالات کو غور سے دیکھ رہا تھا، اس نے سمجھا، کہ انگریزوں اور فرانسیسیوں میں اب اختلاف پیدا ہو چکا ہے، اس نے چند ماہ بعد ۱۹۳۶ء میں معاہدہ لوکارنو کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے رائن لینڈ پر قبضہ کر لیا۔ فرانس نے انگلستان کی طرف دیکھا۔ کیونکہ لوکارنو کے معاہدہ کی رُو سے انگریز مجبور تھے، کہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی پر فرانس کی مدد کریں۔ لیکن جس فرانس نے حبشہ کے معاملہ میں انگریزوں کی مدد نہ کی، وہ فرانس اب رائن لینڈ کے معاملہ میں انگریزوں سے مدد کہاں حاصل کر سکتا تھا۔ رائن لینڈ کے قبضہ پر فرانس اور انگریزوں کی طرف سے کامل خاموشی پر ہٹلر خود حیران رہ گیا۔ منچوریا کی قربانی حبشہ کی قربانی کا باعث ہوئی، اور حبشہ کی بربادی رائن لینڈ کے قبضہ پر منتج ہوئی۔ اس عرصہ میں سپین میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ سپین کی حکومت سوشلسٹ حکومت تھی۔ اس کے خلاف امراء اور فوجی افسروں کی فیسسٹ جماعت نے جنرل فرینکو کی سرکردگی میں بغاوت کر دی۔ اٹلی اور جرمنی نے جنرل فرینکو کی مدد کی۔ اور روس نے کسی حد تک سپین کی حکومت کی۔ فرانس کی اس وقت کی سوشلسٹ حکومت سپین کی حکومت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی مدد کرنا چاہتی تھی، لیکن انگریزی سرمایہ داروں نے جن کو انگریزی تجارتی اور مالی محاورہ زبان میں سٹی آف لنڈن کہتے ہیں، فرانس کی حکومت کو بھی سپین کی حکومت کی مدد کرنے سے روکے رکھا۔ بات یہ تھی، کہ انگریزی سرمایہ سپین میں لگا ہوا تھا، انگریزی سرمایہ داروں کو ڈر تھا، کہ سپین کی سوشلسٹ حکومت کہیں پرائیویٹ سرمایہ کو ضبط ہی نہ کر لے نتیجہ یہ ہوا کہ سپین کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور ہٹلر اور مسولینی کو ایک اور مددگار جنرل فرینکو مل گیا۔ اس عرصہ میں ہٹلر کی عسکری قوت بہت بڑھ چکی تھی۔ اور مسولینی حبشہ کے معاملہ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں سے کٹ کر اس کے ساتھ شامل ہو چکا تھا۔ خود انگریزوں کا ایک ذی اثر اور دولت مند حصہ ہٹلر کو راضی کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ وہ مسٹر نیول چیمبرلین وزیر اعظم پر زور دے رہا تھا، کہ وہ اپنے والد جوزف چیمبرلین آنجہانی کی جرمنی و انگلستان کے اتحاد کے متعلق پچاس سالہ پُرانی خواہش کو پُورا کرے [1]

انگریزوں کا یہ طبقہ اس اتحاد کیلئے یہ دلیل دیتا تھا، کہ اگر جرمنی کے ساتھ اتحاد کر کے ہم ساری دنیا کو آپس میں بانٹ لیں، تو اس کے راستہ میں کون مزاحم ہو سکتا ہے، اور پھر ہم ایک مستقل با امن زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ہم فرانسیسیوں سے بھی تعلقات توڑنا نہیں چاہتے، لیکن کہاں جرمن فعّال لوگ اور کہاں بیچارے عافیت پسند فرانسیسی۔ ہمیں پولینڈ اور چیکوسلواکیہ کے لوگوں سے بھی صاف طور پر کہدینا چاہیئے، کہ یا تو وہ ہٹلر کے مطالبات مان کر اس سے صلح کر لیں، ورنہ وہ جانیں اور ان کا کام، ہم سے مدد کی امید نہ رکھیں۔ اور اگر فرانس مشرقی ممالک سے اپنے معاہدات کو نباہنا چاہتا ہے، تو خوشی سے نباہے۔ لیکن اگر اس کے نتیجہ میں اس کو کچھ مشکلات کا سامنا پیش آئے، تو ہم سے مدد کی امید نہ رکھے۔ نوآبادیات کے معاملہ میں بھی ہمیں ایک حد تک ہٹلر کے مطالبات کو مان لینا چاہیئے۔ اس قسم کے خیالات ۱۹۳۷ء میں علانیہ طور پر

---

[1] Hitler's War.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"سنڈے ٹائمز" اور "سنڈے آبزرور" جیسے مؤقر اور ذی اثر اخبارات میں ظاہر کئے جا رہے تھے۔[1] ہٹلر اب سمجھ چکا تھا، کہ اگر اس نے آسٹریا یا چیکوسلواکیہ کے خلاف کوئی قدم اُٹھایا تو انگریز مزاحمت نہ کرینگے، اور فرانس اکیلا کچھ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اپنے بار بار دُہرائے ہوئے وعدوں کے خلاف کہ وہ آسٹریا پر نہ کبھی قبضہ کرے گا، اور نہ اس کے اندرونی معاملات میں دخل دیگا، ۱۱ر مارچ ۱۹۳۸ء کو ہٹلر کی فوجیں آسٹریا میں داخل ہوگئیں۔ اس صورت میں کہ اس سے ایک دن قبل فان رین ٹراپ (انگلستان میں جرمنی کا سفیر) لارڈ ہیلی فیکس اور مسٹر چیمبرلین کو یقین دلا چکا تھا، کہ اب یورپ کی سیاست میں مستقبل قریب میں کسی غیر معمولی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

آسٹریا پر ہٹلر کے قبضہ ہوجانے پر انگریزوں کا بھی ماتھا ٹھنکا۔ اور لیبر پارٹی تو ہٹلر کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو اور قدامت پسندوں کے ایک طبقہ کی طرف سے اس کی حوصلہ افزائی کو بڑی تشویشناک نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ روس کے سفیر لٹوینوف نے تمام یورپین اقوام کی ایک کانفرنس تجویز کی، تاکہ آئندہ کسی جارحانہ اقدام کی روک تھام کی جا سکے۔ لیکن انگریزی حکومت نے کسی ایسی کانفرنس کے انعقاد کی حوصلہ افزائی کرنے سے انکار کر دیا۔ انگریزی وزیراعظم نے تو اپنی پرائیویٹ مجالس میں یہاں تک بھی کہنا شروع کر دیا، کہ چیکوسلواکیہ اپنی موجودہ شکل میں قائم نہیں رہ سکتا۔ اور یہ کہ اگر چیکوسلواکیہ کی مدد کے لئے انگلستان، فرانس یا روس لڑنا بھی چاہیں، تو نہیں لڑ سکتے۔[2] ایسے ہی خیالات کے اظہار کے نتیجہ میں ہٹلر کو چیکوسلواکیہ پر ہاتھ ڈالنے کی ہمت ہوئی۔ اور آسٹریا کو ہضم کرنے کے صرف چھ ماہ بعد یعنی ستمبر ۱۹۳۸ء میں وہ واقعہ پیش آیا، جس نے یورپ میں ایک تلاطم پیدا کر دیا۔ اور بوڑھے وزیراعظم کو امن کے قیام کی خاطر اپنے بڑھاپے میں تین دفعہ ہوائی جہاز میں ہٹلر کے دربار میں حاضر ہونا پڑا۔ اور ہر بار پہلے کی نسبت وہ زیادہ ذلیل ہو کر آیا۔ یہ ذلت انہی خیالات کے نتیجہ میں چیمبرلین کو اٹھانی پڑی، جو اس نے چیکوسلواکیہ کے بارہ میں ظاہر کئے تھے۔ اور یہاں تک کہدیا تھا۔ کہ چیکوسلواکیہ

[1] Hitler's war   [2] Montreal Daily Star

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک دور کا ملک ہے جس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور نہ ہم اس ملک کی خاطر برٹش امپائر کو لڑائی کی آگ میں جھونک سکتے ہیں"۔ اگر چیکوسلواکیہ ایسا ہی دُور کا ملک تھا، تو مسٹر چیمبرلین کو تین دفعہ اس کے لئے برچس گیڈن، گوڈس برگ اور میونخ اُڑ کر کیوں جانا پڑا۔ اور ہر مرتبہ پہلے کی نسبت ہٹلر کی شرائط سخت سے سخت تر کیوں ہوتی گئیں۔ اور چیکوسلواکیہ اگر دُور کا ملک تھا، تو پولینڈ تو اس سے بھی زیادہ دور کا ملک تھا، اس کی خاطر کیوں برٹش امپائر جنگ میں کود پڑی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جب تک پانی سر سے نہ گذر گیا، انگلستان کے مدبّر خصوصاً قدامت پسند مدبر اور اس کے امراء کا طبقہ ہٹلر کے راستہ میں نہ صرف کوئی روکاوٹ نہ ڈالنا چاہتے تھے، بلکہ اس کا راستہ صاف کر رہے تھے۔ ورنہ ہٹلر کو اس سے بہت پہلے بہت آسانی سے روکا جا سکتا تھا۔ لیکن جب اس کو روکنے کی نیت ہی نہ تھی، تو اس کو روکتا کون؟ یہی وجہ ہے، کہ برچس گیڈن سے چیمبرلین کی واپسی پر ایک معزز انگریز جارج ڈالس نے لارڈ ہیلی فیکس کو کہا، کہ "ہمیں تو اب اپنے آپ کو انگریز کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے"۔

میونخ میں ہٹلر کے رویہ کو دیکھکر چیمبرلین کی آنکھیں کھلیں۔ اس وقت اس کو احساس ہوا، کہ جس سانپ کو ہم اس لئے پال رہے تھے، کہ وہ روس کے ریچھ کو کاٹیگا، وہ تو اب ہمیں ہی کاٹنے کو آرہا ہے۔ لیکن اب پانی سر سے گذر چکا تھا، ہٹلر نے مسولینی کے ساتھ ملکر اپنی فوجی طاقت اور قوت کے زور پر اپنی ساری شرائط منوالیں۔ اور دس لاکھ جرمنوں پر جو چیکوسلواکیہ میں آباد تھے، تیس لاکھ چیکوں اور سلاؤں کو قربان کر دیا گیا۔ اور ان لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے وقت ان کے کسی نمائندہ تک کو بھی میونخ کانفرنس میں نہ بلایا گیا۔ بے رحمی اور بدعہدی کی اس سے زیادہ گھنونی مثال تاریخ سیاست میں بہت کم ملیگی۔ جن کی قسمت کا فیصلہ کیا گیا، ان سے کچھ پوچھا تک نہ گیا۔ اور وہ فرانسیسی حکومت جس کا چیکوسلواکیہ کے ساتھ معاہدہ تھا، کہ جرمنی کی طرف سے حملہ کی صورت میں وہ اس کی مدد کریگا نہ صرف اس نے اس بدقسمت ملک کی اس مصیبت کے وقت میں مدد نہ کی، بلکہ جب چیکوسلواکیہ کی حکومت نے شرائط میونخ کے خلاف کچھ بغاوت پر آمادگی ظاہر کی، تو ان کو دھمکی دی۔ میونخ کے کانفرنس ہال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں ۱۹۳۸ء کے ستمبر میں صرف چیکوسلواکیہ کی قسمت پر مُہر ثبت نہ ہوئی، بلکہ امنِ عالم کی بربادی کا بھی ساتھ ہی فیصلہ کر دیا گیا۔

میونخ میں موجودہ جنگ کی بنیاد پڑی۔ اور امنِ عالم ایک غیر معیّن عرصہ کے لئے خطرہ میں پڑ گیا۔ لیکن جب مسٹر چیمبرلین میونخ سے واپس ہوئے، تو ان کے پاس ایک دستاویز تھی، جس کو انہوں نے کرائیڈن پر ہوائی جہاز سے اترتے ہوئے نہایت فخریہ لہجہ میں حاضرین کو سُنایا "میں امنِ عالم کی ضمانت لیکر میونخ سے آرہا ہوں۔ اس دستاویز پر ہٹلر کے دستخط ہیں۔ جس پر اس نے اقرار کیا ہے، کہ اب اختلاف کے سب اسباب مٹ چکے ہیں۔ باقی مسائل اب صلح سے طے ہونگے۔ اب ہماری زندگی میں کم از کم جنگ نہ ہوگی۔ مَیں باعزّت صلح کو اپنے ساتھ لا رہا ہوں"۔ لیکن باعزت صلح کے اس سمجھوتہ کے متعلق ایک قدامت پسند لیڈر نے کہا "میونخ میں ہمارے سامنے جنگ اور بے عزتی پیش کی گئی۔ ہم نے بے عزتی قبول کر لی، اس خیال سے کہ ہم جنگ سے بچ جائینگے۔ لیکن ہم جنگ سے بھی نہیں بچیں گے"۔ ابھی اس "باعزّت" صلح پر پورے چھ ماہ بھی نہ گذرے تھے، کہ بغیر کوئی وجہ بتائے ہٹلر نے چیکوسلواکیہ کے دوسرے حصّوں پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

مسٹر چیمبرلین میونخ میں ہٹلر کی سرکار میں صرف چیکوسلواکیہ کا تحفہ ہی نہ پیش کر آئے تھے، بلکہ یورپ کی سیاست میں ایک نیا باب بھی وا کر آئے تھے۔ میونخ کی کانفرنس میں صرف فرانس، انگلستان، جرمنی اور اٹلی نے حصّہ لیا۔ اور روس کو اس طرح نظر انداز کیا گیا، گویا یہ ملک یورپ کا حصہ ہی نہیں تھا۔ حالانکہ چیکوسلواکیہ کے ساتھ فرانس اور روس کا فوجی معاہدہ تھا۔ معاہدہ کی دفعات کے مطابق فرانس چیکوسلواکیہ کی مدد کرنے پر مجبور تھا۔ اور فرانس کے جنگ میں آنے پر روس کے لئے اس کی مدد کرنا لازمی تھا۔ چیکوسلواکیہ کے ساتھ روس کے تعلقات کو کون پوچھتا۔ روس کو بلانا تو درکنار خود چیکوسلواکیہ کو بھی میونخ میں نہ بلایا گیا۔ ہٹلر اس دوہری سیاسی فتح سے خوش تھا۔ اس نے نہ صرف چیکوسلواکیہ پر قبضہ کر کے فرانس کی حفاظت کی کڑیوں میں سے ایک زبردست کڑی کو توڑ دیا۔ بلکہ روس کو فرانس اور انگلستان سے جُدا کر دیا۔ اور یہی اس کی سیاسی چالوں میں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سب زبردست چال تھی، کہ کسی آئندہ جنگ میں اس کو بیک وقت ایک طرف روس اور دوسری طرف فرانس اور انگلستان سے نہ لڑنا پڑے۔

اگر مسٹر چیمبرلین میونخ کی کانفرنس میں ذرا زیادہ ہمت اور جرأت سے کام لیتے، تو شاید موجودہ جنگ کچھ زیادہ عرصے کے لئے رُک جاتی۔ چیکوسلواکیہ کے پاس جدید آلات حرب سے مسلح، ایک طاقتور اور منظم فوج تھی۔ فرانس کا وزیر اعظم دلادیئے میونخ پہونچنے تک ہٹلر کی شرائط کو رد کرنے پر تُلا ہوا تھا، اور خود جرمنی بھی لڑائی کیلئے تیار نہ تھا۔ ہٹلر کے جرنیل جرمنی کو فرانس، چیکوسلواکیہ، انگلستان اور روس کے خلاف لڑانے کیلئے تیار نہ تھے۔ اور شرائط صلح طے ہونے سے صرف چند گھنٹے پہلے گورنگ ہٹلر کے پاس گیا، اور صاف الفاظ میں کہا، کہ "جنگ ہرگز نہیں ہونی چاہیئے"[۱] ہٹلر چیمبرلین کی قلبی حالت کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اس کی جسمانی اور ذہنی تھکاوٹ اور اس کے بڑھاپے سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے جواب میں کہا، کہ مجھے صرف دو دن چاہئیں۔ اگر میں اس عرصہ میں چیمبرلین سے اپنی شرائط نہ منوا سکا، تو میں خودکشی کر لونگا۔[۲] بہرحال میونخ کا کھیل ختم ہوا۔ مسٹر چیمبرلین اپنی جیب میں دستاویز صلح لیکر لوٹے، اور شاید یہ سمجھکر لوٹے، کہ میں یورپ کو جنگ کی آگ سے بچا کر چلا ہوں۔ لیکن ربن ٹراپ ہٹلر سے کہہ رہے تھے، کہ "اس بوڑھے آدمی نے آج برٹش امپائر کی موت کے وارنٹ پر دستخط کر دیئے ہیں" اور چند دنوں کے بعد ہٹلر بھی یہ کہتے سُنا گیا، کہ میں انگریزوں سے اپنی نوآبادیوں کی واپسی کے متعلق کیوں جھگڑا کروں، جب ایک سال کے اندر اندر بلجیم اور ہالینڈ کی نوآبادیات میری ہونگی۔ اور اس کے تھوڑا عرصہ بعد ہی برطانوی نوآبادیات بھی۔

اگر ۱۹۳۳ء سے لیکر ۱۹۳۹ء تک انگریزی خارجی پالیسی زیادہ عقلمند اور باہمت لوگوں کے ہاتھ میں ہوتی، تو شائد دنیا کو اس مصیبت کا مونہہ نہ دیکھنا پڑتا، جو وہ آج دیکھ رہی ہے۔ ان چھ سالوں میں کئی بار ایسے مواقع پیش آئے، کہ اگر اس وقت انگریزی اور فرانسیسی مدبر زیادہ تدبر سے کام لیتے،

---

[۱] Hitler's War - Dr Hugh Dalton [۲]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور روس سے دشمنی میں اندھے ہوئے ہوئے نہ ہوتے، تو آج ہٹلر کو یورپ میں وہ طاقت نصیب نہ ہوتی، جواب ہے۔ مثلاً اگر ۱۹۳۳ء میں جب وہ برسر اقتدار آیا۔ اس کی گذشتہ ظالمانہ روش کے پیش نظر انگریزی حکومت اس کی حکومت کو ہی تسلیم نہ کرتی۔ یا جب ۱۹۳۵ء میں اس نے جبری بھرتی کا قانون ملک میں نافذ کیا، یا جب اس نے ۱۹۳۶ء میں رائن لینڈ پر قبضہ کیا، یا جب آسٹریا پر اس نے ۱۹۳۸ء میں حملہ کیا، یا چیکوسلواکیہ میں آباد جرمنوں پر ظلم کے بہانے اس ملک پر قبضہ کرنا چاہا۔ لیکن انگریزی اور فرانسیسی مدبروں نے ان سب مواقع کو کھو دیا۔ اب صرف ایک آخری موقعہ باقی تھا، جس سے اگر وہ فائدہ اٹھاتے تو شاید موجودہ جنگ عظیم کچھ سالوں کے لئے ٹل جاتی۔

گذشتہ کئی سالوں سے انگریزی حکومت روس سے ایسی بے اعتنائی برت رہی تھی، کہ روسی سفیر لٹونیوف کی متواتر کوششوں کے باوجود کہ کسی طرح انگلستان، فرانس اور انگلستان میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے جس سے ہٹلر کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکا جا سکے، انگریزی حکومت کوئی ایسا سمجھوتہ کرنے پر تیار نہ ہو سکی۔ بلکہ روس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا گیا۔ اور میونخ کی کانفرنس میں تو اس کو شمولیت کے قابل بھی نہ سمجھا گیا۔ آخر جب ۱۹۳۹ء کے مارچ میں ہٹلر نے میونخ کی شرائط کے خلاف چیکوسلواکیا کے اضلاع موراویا اور بوہیمیا پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور رومانیہ پر بھی قبضہ کرنا چاہا، ... تو روسی سفیر نے چھ حکومتوں کی ایک کانفرنس کے رومانیہ کے دارالخلافہ میں انعقاد کی تجویز کی۔ انگریزی حکومت نے اس تجویز کو بھی نہ مانا۔ اور آخر جب حالات کی نزاکت کے پیش نظر انگریزی حکومت روسی حکومت سے گفت و شنید پر رضامند ہوئی تو بجائے ماسکو میں ایک وزیر کے بھیجنے کے جس کو معاہدہ کے سارے اختیارات حاصل ہوتے، انہوں نے دفتر خارجہ کے ایک افسر مسٹر ولیم سٹرینگ کو بھیجدیا۔ روسی حکومت نے اس کو اپنی ہتک سمجھا۔ حالات بد سے بدتر ہوتے گئے، اور دونوں حکومتوں میں بدظنی بڑھتی گئی۔ جرمنی نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ اور ہٹلر نے اپنے دستِ راست ربن ٹراپ کو ماسکو بھیجا۔ اور اگست کے چوتھے ہفتہ میں دنیا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی، کہ جن روسیوں کو ہٹلر اپنا سب سے بڑا دشمن خیال کرتا تھا، اور جن پر اس نے گذشتہ چھ سالوں میں ہر تقریر میں سخت سے سخت حملے کئے۔ ان ہی سے اس نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معاہدہ کرلیا۔ اور اپنا ایک پُرانے قول کی تصدیق کردی"، کہ جس دن میں روس سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہونگا وہ دن میری زندگی میں منحوس ترین دن ہوگا۔ اس دن یورپ میں جنگ شروع ہوگی، اور ساتھ ہی جرمنی کا خاتمہ ہوگا"۔[1]

روس جرمن پیکٹ ہی موجودہ جنگ کا باعث ہوا۔ کس طرح پولینڈ، ناروے۔ ڈنمارک۔ ہالینڈ۔ بلجیم اور فرانس، یوگوسلادیہ اور یونان ایک ایک کرکے تباہ ہوئے، اور ہنگری۔ رومانیہ اور بلغاریہ جرمنی کے سامنے جھک گئے۔ اور آخر اس سال جون کے آخر میں روسی جرمن پیکٹ کو بالائے طاق رکھکر بغیر اعلانِ جنگ کرنے کے جرمنی نے روس پر حملہ کردیا۔ یہ ایسے واقعات ہیں، جو اخبارات پڑھنے والے دوستوں کی یاد میں ابھی بالکل تازہ ہیں، اس لئے ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔

یہ مختصر سا خلاصہ ہے اس شخص کی گذشتہ سیاسی دس سالہ زندگی کا جو بگولے کی طرح اُٹھا اور آندھی کی طرح چند سالوں میں سارے یورپ پر چھا گیا۔ گذشتہ صفحات میں مَیں اختصاراً ان اسباب و وجوہ کو بیان کرچکا ہوں۔ جو ہٹلر کے برسر اقتدار آنے اور گذشتہ چھ سالوں میں اس کی طاقت کے حیرت انگیز طور پر بڑھنے میں ممد ہوئے۔ بے شک جرمنی کی اقتصادی بدحالی اور ملک میں جمہوری حکومت کی غیر ہردل عزیزی اور انگریزی ذی اقتدار طبقہ میں یہ خیال کہ جتنی ہٹلر کی طاقت بڑھے گی، اتنی ہی وہ بالشوزم کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بندھ کا کام دیگی، اور قیصر کی طاقت کے ٹوٹنے کے بعد فرانسیسی سیاست کو جو براعظم پر رعب و اقتدار حاصل ہوچکا تھا اس کے بالمقابل ایک برابر کی چوٹ ثابت ہوگی، ہٹلر کی طاقت کے بڑھنے میں معاون ثابت ہوئے۔ لیکن ہٹلر کی اپنے ملک میں مقبولیت اور اس کی سیاسی اور فوجی قوت کا راز انہی اسباب میں پنہاں نہیں۔ کچھ اور حالات بھی تھے، اور ہٹلر کے اپنے ملک میں برسرِ اقتدار آنے کا اصل اور حقیقی سبب وہی حالات تھے۔ گو مذکورہ بالا وجوہات ان حالات کی ممد ضرور ہوئیں۔ ان حالات کو پورے

[1] Hitler speaks by Dr Rauschning.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طور پر سمجھنے کے لئے ان سیاسی اصول اور نظریات کا جاننا ضروری ہے جو گذشتہ صدی میں ملک کے اعلیٰ اور درمیانہ طبقہ میں نشوونما پا رہے تھے۔ اور جو ملک کی سیاست کیلئے اساس، اور بنیاد کا کام دے رہے تھے۔ ان نظریات کے علم کے علاوہ خود ہٹلر کی ذہنی ساخت، اس کے کیریکٹر، اس کے کام کرنے کے طریقوں اور اس ماحول سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ جس میں ہٹلر نے اپنی سیاسی زندگی شروع کی۔

میں اُوپر اختصاراً بیان کر چکا ہوں، کہ گذشتہ تین چار صدیوں میں جب مغربی اقوام قعرِ گمنامی اور ذلّت سے نکلکر دنیا میں پھیلیں، اور مشرقی ممالک کو زیرنگین کیا، تو اپنی مستقل کامرانیوں اور مشرقی اقوام کے مسلسل اور پیہم ادبار اور نکبت و ذلّت کو دیکھکر ان کے اندر یہ خیال پیدا ہونا شروع ہوا، کہ مغربی اقوام اپنی جسمانی ساخت، اپنے کیریکٹر اور اپنے ذہنی و دماغی قویٰ کے لحاظ سے مشرقی اقوام سے اعلیٰ ہیں۔ اور قدرت نے مشرقی اقوام کو غلامی کے لئے اور مغربی اقوام کو ہمیشہ کی حکومت اور فرماں روائی کے لئے بنایا ہے۔ یہ خیال ان کی دنیوی اور مادی ترقی کے ساتھ ساتھ تمام مغربی اقوام میں کم و بیش نشوونما پاتا رہا۔ یہانتک کہ انیسویں صدی میں جب مغربی اقوام کی طاقت اپنے انتہائی کمال پر تھی، یہ خیال بہت وسعت اختیار کر گیا۔ لیکن تعجب کی بات ہے کہ جس قوم کی فتوحات کا دائرہ سب سے تنگ تھا، اور جو کبھی ایک فاتح قوم کی حیثیت سے دنیا میں نہیں نکلی تھی، یعنی جرمن قوم، اسی میں یہ خیال سب مغربی اقوام سے زیادہ شدّت اختیار کر گیا۔ جرمن قوم میں اس خیال نے کہ آرین نسل سب نسلوں سے افضل، اور آرین نسل میں سے شمالی یورپ کی اقوام یورپ کی دوسری اقوام سے افضل اور شمالی یورپ کی سب اقوام سے جرمن قوم ہر لحاظ سے افضل و اعلیٰ و برتر ہے، ایک سیاسی عقیدہ کی شکل اختیار کر لی۔ اور انیسویں صدی میں جرمنی کے فلاسفروں نے اس خیال کی بہت زور سے اپنی قوم میں ترویج کی یہانتک کہ جرمنوں نے برملا اپنی مجلسوں اور پارٹیوں میں اس خیال کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ کہ ہم سب قوموں سے افضل ہیں۔ یہ خیال اپنی موجودہ معیّن اور مشخّص شکل میں فسٹ (Fichte) سے شروع ہوا۔ اور ہیگل کے ہاتھ میں آکر اس کو بہت ہر دل عزیزی حاصل ہوئی۔ اپنے فلسفہ تاریخ میں اس نے بڑے زور سے اس خیال کا اظہار کیا، کہ "انسانیت اپنے کمال کو جرمن قوم میں پہونچی، گویا وہ

Germany puts The clock back ؎

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جرمنوں کو خاتم الاقوام سمجھتا ہے۔ جرمنوں کا مشہور مستشرق لیگارڈ جرمنوں کو شرفاء، نواب اور سرداروں کی قوم سمجھتا ہے۔ (Herrenvolk) اس خیال کو رچرڈ ویگنر (Richard Wagner) اور اس کے داماد ہاؤس ٹن چیمبرلین (Houston stewart chamberlain) کے ہاتھوں اور بھی شہرت حاصل ہوئی۔ اور دراصل میں انہیں اس تاریخی "ایجاد" کا موجد کہنا چاہیئے۔ کہ شمالی یورپ کی اقوام دیگر تمام اقوام سے افضل ہیں۔ اس نظریہ کو نارڈک نسل (Nordic Race) کی افضلیت کا نظریہ کہتے ہیں۔ بہت سے اور جرمن فلاسفروں اور مورخوں نے اس نظریہ کو شہرت دینے اور ہر دلعزیز بنانے میں اپنے عزیز وقت کو ضائع کیا۔ یہانتک کہ یہ خیال جرمن قوم کے تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک علمی عقیدہ کی شکل اختیار کر گیا۔ گو تعلیم یافتہ طبقہ میں یہ خیال بہت مقبول ہو چکا تھا، لیکن باوجود اس ساری مقبولیت کے اس کو زیادہ سے زیادہ ایک علمی نظریہ کی حیثیت حاصل تھی۔ حکومت کی مشینری اور اس کے چلانے میں اس نظریہ کو کوئی دخل نہ تھا۔ اور نہ عوام کے اعمال و کردار پر اس کا کوئی خاص اثر تھا۔ ہٹلر ہی کو یہ امتیاز حاصل ہے، کہ اس نے اس ناپاک خیال کو ایک نظریہ کی حیثیت سے اٹھا کر آئین جہاں بانی (State craft) اور اپنے سیاسی نظریوں میں سب سے بلند جگہ دی۔ اور نازی سیاست کا مرکزی نکتہ قرار دیا۔ ہاوسٹن چیمبرلین کے زیر اثر ہٹلر نارڈک ریس تھیوری (Nordic Race Theory) سے اتنا متاثر ہوا۔ کہ اس کا یہ خیال جنون کی حد تک پہونچ گیا، کہ جرمن قوم دنیا کی سب قوموں سے ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس لئے اس کا قیام اسکی قوت کو بڑھانا، اس کو دنیا کی قوموں میں بلند ترین مقام تک پہونچانا ہی نہ صرف جرمن قوم کی بلکہ انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اور خود خلاّق عالم کے مقاصد کی تکمیل ہے۔ ہٹلر نے اپنی مشہور کتاب "میری جدوجہد" میں بار بار اس خیال کا اظہار کیا ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ (۱) انسانی تہذیب کی بانی اقوام (۲) اس تہذیب کو قائم رکھنے والی اقوام (۳) انسانی تہذیب کی دشمن اور اس کو برباد کرنے والی اقوام۔ انسانی تہذیب کی بانی اور موسس اقوام کی صف میں ہٹلر جرمنی کو اوّل مقام دیتا ہے، انسانی تہذیب کے قائم رکھنے والی اقوام میں جاپانی قوم کو شمار کرتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور تہذیب انسانی کو برباد کرنے والی اور اس کی دشمن سامی نسل کو یقین کرتا ہے جن میں سے یہودیوں سے اس کو سب سے زیادہ نفرت ہے۔ لیکن عرب بھی اس نفرت و حقارت میں شریک ہیں۔ وہ کہتا ہے، کہ ہر وہ چیز جس کی انسانی کردار میں سے ہم تعریف کرتے ہیں، یعنی سائنس، آرٹ، ایجاد اور فنی قابلیت، یہ سب کچھ آرین نسل کی پیدا کردہ ہیں۔ اس کا یقین ہے، کہ جرمن قوم انسان کے ذہنی اور جسمانی ارتقاء کی آخری حد ہے۔ گویا جس طرح ڈارون کے نزدیک بندر ترقی کرتے کرتے انسان بنا، ہٹلر کے نزدیک انسان ترقی کرتے کرتے جرمن بن گیا۔ ہٹلر کے سیاسی نظریوں میں ــــ اور سیاسی نظریوں کے سوا اس کا اور کوئی نظریہ ہی نہیں ــــ اس لغو نظریہ کو اولیت کا مقام حاصل ہے، کہ انسانیت کا منتہیٰ اور اس کا مقصود اعلیٰ جرمن نسل ہے۔ اس خیال کے طبعی نتائج ایسے ہولناک ہیں، کہ ان کے تصور سے انسان کا خون کھولنے لگ جاتا ہے۔ ہٹلر کے اس عقیدہ نے ہی دنیا کے امن کو برباد کیا ہے۔ اسی عقیدہ کے زیر اثر جرمن قوم اور خاصکر نازی پارٹی میں وحشت، بربریت اور بہیمیت خطرناک حد تک ترقی کر گئی ہے۔ اسی عقیدہ کے ماتحت قوموں اور افراد پر ظلم کئے جاتے ہیں۔ اسی عقیدہ کے ماتحت یہودیوں پر وہ ظلم ڈھائے گئے، کہ جن کے تصور سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اسی عقیدہ کے ماتحت اخلاق، شرافت اور سچائی کے تمام اصول توڑے جاتے ہیں۔ اور معاہدات کی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ جرمن قوم سب اقوام سے اعلیٰ و برتر ہے۔ اس لئے قوانین قدرت کے مطابق ہر کمتر قوم کو اس اعلیٰ قوم کی سیادت و قیادت قبول کرنی چاہیئے۔ اور چونکہ جرمن قوم ہی سب اقوام سے اعلیٰ و افضل ہے، اس لئے اس کی سیادت اور قیادت کے راستہ میں جو روکاوٹ حائل ہو اس کو ہر ممکن طریقہ سے ہٹا دینا چاہیئے۔ دنیا میں "اچھا" اور "برا" نسبتی الفاظ ہیں۔ ہر وہ چیز جو جرمن قوم کے اقتدار کے بڑھانے میں ممد ہوتی ہے، وہ اچھی ہے۔ اور ہر وہ بات جو اس کے خلاف ہے، وہ قانون قدرت کے خلاف اور بری ہے۔ جرمن قوم سب اقوام سے بہتر ہے۔ اور جرمن کا بہترین فرد سب بنی نوع انسان سے بہتر ہے۔ یہ اس نظریہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ لہذا اس بہترین فرد یعنی ہٹلر کو نہ صرف اپنی قوم پر کامل اقتدار حاصل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونا چاہیئے، بلکہ سب قوموں کی قسمت کا فیصلہ اس کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ جو شخص اس کی مخالفت کرے خواہ وہ اس کی قوم سے ہو یا کسی اور قوم سے، وہ فنا کئے جانے کے قابل ہے، اور اس کو برباد کرنے میں ہر طریق کار کا استعمال جائز بلکہ مستحب ہے۔

اسی خیال کے ماتحت ہٹلر نہایت بے دردی سے ہر اس شخص کو قتل کروا دیتا ہے، جو ذرا بھی اس کی مخالفت کرے۔ اور اسی خیال کے ماتحت وہ نہایت بے پرواہی سے معاہدات کو توڑتا اور کمزور قوموں پر بغیر کسی وجہ بتلانے کے اور بغیر ان کی طرف سے کوئی قابلِ اعتراض بات سرزد ہونے کے ان کی آزادی کا خون کرتا ہے۔ اسی نظریہ کے ماتحت وہ جمہوریت کا تمسخر اڑاتا اور اکثریت کو حقارت کے پاؤں سے ٹھکراتا ہے۔ اسی نظریہ کے ماتحت ۳۰ رجون ۱۹۳۴ء کو اس نے جرمنی میں قتلِ عام کروا دیا تھا۔ اور بڑے بڑے جرمن جن کی قابلیت اور اثر کی وجہ سے نازی پارٹی کو ساری قوت حاصل ہوئی تھی۔ موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ اور جب اس سے بعد میں ان میں سے بعض کے جرم کے متعلق دریافت کیا گیا، تو اس نے کہا تھا، کہ "۳۰ رجون کو جرمنی میں انصاف کی سب سے بڑی عدالت میں تھا۔" نازی پارٹی کے اس عقیدہ کا خلاصہ، کہ جرمن قوم سب سے اعلیٰ، اور جرمنوں میں نازی سب سے اعلیٰ اور نازیوں میں سب سے افضل و برتر ہٹلر ہے، پروفیسر (Haushofer) ہاؤشوفر نے ان تین الفاظ میں نکال کر رکھ دیا ہے۔ ایک قوم، ایک حکومت، ایک سردار (Ein volk, Ein Reich, Ein Fuhrer) نازی پارٹی کے اس عقیدہ کا موجد اور اس پارٹی کا دماغ اور ہٹلر کا دماغ متصرف (Master-mind) دو ہزار کتابوں اور رسالوں کا مصنف پروفیسر ہاؤشوفر اپنی زندگی کے آخری ایام نازی قید میں گذار کر ابھی چند ہفتے ہوئے خودکشی کر کے مر گیا۔

جرمن قوم کی برتری کے عقیدے کا ایک طبعی نتیجہ یہ بھی ہے، کہ جرمن خون کو غیر جرمن خون اور

Germany puts the clock back ۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خصوصیت سے سامی خون کے امتزاج سے روکا جائے۔ ہٹلر کے نزدیک قوانین قدرت کی خلاف ورزیوں میں سب سے زیادہ بھیانک اور مجرمانہ خلاف ورزی یہ ہے، کہ ایک اعلیٰ درجہ کی قوم کے افراد کو ایک ادنیٰ قوم کے افراد کے ساتھ شادی کی اجازت دی جائے۔ اور اس طرح ان کے خون کو ملنے کی اجازت دی جاوے۔ اس خیال کے ماتحت جرمنی میں اب کوئی یہودی یا سامی کسی جرمن عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔ اور اس کی خلاف ورزی کی سزا قتل ہے۔ اور اگر کوئی جرمن کسی یہودی عورت سے شادی کرے، تو اس شادی کو قانون جائز نہیں سمجھتا۔ پھر بھی سزا یہودی عورت کو دی جاتی ہے۔ ہٹلر کا یقین ہے، کہ جب اعلیٰ قوم اور ادنیٰ قوم کا خون آپس میں ملتا ہے، تو اس کا نتیجہ اعلیٰ قوم کی بربادی ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک جب تک اعلیٰ قوم کا خون ادنیٰ قوم سے نہیں ملتا، وہ دنیا میں غالب و حکمران رہتی ہے۔ اور اس امتزاج خون سے اس کا زوال اور بربادی شروع ہو جاتی ہے۔ آرین قوم اپنی جنّت عدن سے اسی وقت نکلی، جب اس نے اپنے خالص خون کو کمتر قوموں کے خون سے ملا دیا۔

ہٹلر جہاں ایک طرف ریاستہائے متحدہ امریکہ کو اس کی جمہوری طرز حکومت کی وجہ سے نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، وہاں دوسری طرف اس کی اس وجہ سے تعریف بھی کرتا ہے۔ کہ اس ملک کی حکومت دوسرے ممالک کے لوگوں کو ملک میں داخل ہونے نہیں دیتی۔ اور کمتر قوموں کے افراد سے اپنی قوم کے افراد کی شادی کو ناپسند کرتی ہے۔ وہ لکھتا ہے، کہ لاطینی امریکہ (*Latin America*) کے ملک اسی لئے ریاست ہائے متحدہ سے زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں، کہ ان ممالک کے لوگوں نے کمتر قوموں کے افراد سے شادی کر کے اپنی جبلی برتری کو نقصان پہونچایا ہے۔ اس لئے انہوں نے خود ہی اپنے اوپر اس طرح سے ترقی کا دروازہ بند کر لیا ہے۔

ہٹلر ازم کی عمارت کے چار ستون ہیں[1] (۱) ہٹلر کا نظریہ نسل کے متعلق (۲) اس کا نظریہ

۱؎ ہٹلر کی کتاب "میری جدوجہد"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ قوم اور قومیت کی بنیاد نسل ہونی چاہیئے۔ (۳) اس کا نظریہ سوسائٹی اور اسٹیٹ (حکومت) کے متعلق (۴) اس کا نظریہ شخصیت اور لیڈرشپ کے متعلق۔

ہٹلر کہتا ہے، کہ نیشنل سوشلزم یعنی ہٹلرازم کا بنیادی اصول یہ ہے، کہ بنی نوع انسان مختلف نسلوں میں منقسم ہیں۔ بعض افضل ہیں اور بعض کمتر۔ افضل نسل کو کمتر نسل سے ملنے دینا قانونِ قدرت کی خلاف ورزی ہے۔ وہ کہتا ہے، کہ قانونِ قدرت میں ہم دیکھتے ہیں، کہ ایک صنف کا نر اپنی ہی صنف کے مادہ سے ملتا ہے۔ اور اگر کبھی غیر معمولی حالات میں اس کے خلاف ہو، تو قدرت اس خلاف ورزی کی سزا اس طرح دیتی ہے، کہ بچہ کمزور طاقتوں والا پیدا ہوتا ہے اور چونکہ قانونِ قدرت کے مطابق تمام مخلوق باقاعدہ اور متواتر ترقی کر رہی ہے، اس لئے بہتر نسل کو کمتر نسل پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیئے۔ اور بہتر نسل اسی صورت میں اپنی بہتری اور برتری کو قائم رکھ سکتی ہے، کہ وہ اپنے خون کو خالص رکھے۔ اس کے اس عقیدہ سے یہ عقیدہ پیدا ہوتا ہے کہ سب قومیں برابر نہیں ہیں، جو اعلیٰ قومیں ہیں، انہیں ادنیٰ قوموں پر حکومت کرنے اور ان کو فتح کرنیکا قدرتی حق حاصل ہے، یہ قدرت کے منشاء اور اس کے قانون کے مطابق ہے۔ اسی نظریہ کا طبعی نتیجہ یہ بھی ہے، کہ جب قوموں کی برتری کی بنیاد نسل کی برتری پر ہے، تو حکومت کے قوانین میں نسل کے پاک رکھنے کے قانون کو سب سے بلند مقام حاصل ہونا چاہیئے، اور کبھی اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے، کہ ایک اچھی نسل کا انسان ایک ادنیٰ نسل کے انسان سے کبھی شادی کر سکے۔ تیسرا نظریہ اس کا حکومت کے متعلق ہے۔ وہ بھی اوپر کے نظریہ کی شاخ ہے، کہ بہترین نسل میں سے بہترین قوم کو حکومت کا حق ہے۔ اور اس بہترین قوم میں سے بہترین فرد کو سب اختیار حکومت کا ہونا چاہیئے۔ سب فیصلے وہ کرے، قوم کو اس کی پوری فرمانبرداری کرنی چاہیئے۔ اور چوتھا نظریہ یہ ہے، کہ جس طرح بہترین نسل کے آدمیوں کو کمتر نسل کے آدمیوں کے ساتھ ملکر نسل کو خراب کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے، اسی طرح حکومت کا یہ فرض ہونا چاہیئے، کہ بہترین قوم میں سے جو بہترین اشخاص ہوں، ان پر نظر رکھے، ان کو حکومت میں ذمہ وار عہدوں پر مقرر کرے، اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہترین فرد کو حکومت کا آخری اختیار حاصل ہو۔ اپنی ظاہری شکل میں یہ نظریئے کچھ بُرے نہیں۔ بلکہ بظاہر اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے طبعی نتائج جیسا کہ میں خلاصۃً عرض کر چکا ہوں، نہایت خطرناک ہیں۔ اور نازی پارٹی کی گذشتہ آٹھ سالوں کی تاریخ ان کی ہولناکی پر ایک ناقابل تردید شہادت ہے۔

یہ نظریہ کہ ایک نسل دوسری نسل سے اچھی ہے۔ اور وہ اچھی نسل آرین نسل ہے۔ اور کمتر نسل سامی نسل ہے، ایک نہایت نامعقول خیال ہے۔ اور تاریخ اس کی شدت سے تردید کرتی ہے۔ یہ خیال کوئی نیا خیال نہیں۔ ہر ترقی کرنے والی اور غالب قوم نے اپنے وقت میں یہی نظریہ قائم کیا۔ ہٹلر آج یہودی قوم کو دُنیا کی بدترین قوم قرار دیتا ہے۔ کبھی یہی قوم اپنے آپ کو خدا کی پیاری اور منتخب قوم خیال کرتی تھی۔ اور دُنیا کی جو کچھ بھی ترقی تھی، وہ اسی قوم سے وابستہ تھی۔ ہٹلر خود کہتا ہے[1]۔ "دُنیا میں بیک وقت دو ایسی قومیں اکٹھی نہیں رہ سکتیں، جو اپنے آپ کو منتخب قومیں سمجھتی ہیں"۔ یعنی جرمن اور یہودی قوم۔ اس ناپاک نظریہ کی سب سے پہلے اسلام نے مخالفت کی۔ اور بنی نوع انسان کی وحدت کا خیال اسلام نے ہی پیدا کیا۔ اور آج اسلام کی تعلیم کے ماتحت یورپ میں بھی اس خیال کو بہت مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ اور خود نازی پارٹی میں بعض ذی اقتدار اشخاص ہٹلر کے نسل کے متعلق نظریہ کو اس کا جنون سمجھتے ہیں۔ دنیا میں آج تک ایک قوم نے دوسری قوم کی آزادی کو اسی خیال کے ماتحت غصب کیا ہے۔ اسلام نے دنیا پر احسان کیا۔ اس نے آرین اور سامی، گورے اور کالے کی تقسیم مٹا دی۔ اور اس کی جگہ یہ اصول قائم کیا، کہ جو قوم اپنے اعمال کے لحاظ سے بنی نوع انسان کے لئے زیادہ مفید ہے، وہی قوم سب سے اعلیٰ ہے۔ اور یہ خیال کہ آرین نسل اس وقت اپنی ترقی کے زینہ سے گری، جب اس کا خون دوسری نسل کے لوگوں کے خون سے ملا، ایک لغو خیال ہے۔ دولت اور حکومت اور دنیوی عظمت آج ایک قوم کے پاس ہے، تو کل دوسری کے پاس تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ بہرحال

---

[1] Hitler Speaks۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی نظریہ کے ماتحت ہٹلر نے یہودیوں پر ظلم کئے ہیں۔ اور جب اس کو موقعہ ملیگا، اور خدا نہ کرے، کہ کبھی اس کو ایسا موقعہ ملے، اسی نظریہ کے ماتحت وہ عربوں پر بھی ظلم کرے گا۔ اور اسی نظریہ کے ماتحت اس نے اپنے نزدیک کمتر، کم مہذب، اور کمتر تمدن والی قوموں کی آزادی کا خون کیا ہے۔ یہ نظریہ کیسا خطرناک ہے اور انسانیت کا اس سے کتنا خون ہوتا ہے۔ اگر جرمن قوم آرین نسل میں سے سب سے اچھی قوم ہے، تو اس کو آج تک دُنیا میں کوئی خاص مقام کیوں حاصل نہیں ہوا۔ یورپ کی چھوٹی چھوٹی اقوام مثلاً ہالینڈ پرتگال اور سپین کے باشندے دوسرے ممالک پر حکومت کرتے رہے، لیکن جرمنی کو کبھی یہ مقام حاصل نہیں ہوا۔

دوسرا نظریہ کہ حکومت کے قوانین نسل کے قوانین کے مطابق اور ماتحت بننے چاہئیں۔ یہ بھی ایک خطرناک نظریہ ہے۔ اس نظریہ کے ماتحت کوئی جرمن کسی غیر جرمن سے شادی نہیں کر سکتا۔ کم از کم کسی غیر آرین سے شادی نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ کوئی غیر جرمن جرمنی کا شہری نہیں بن سکتا۔ چنانچہ کوئی غیر جرمن خواہ کتنے ہی سال جرمنی میں رہا ہو، اور خواہ وہاں ہی پیدا ہوا ہو، وہ جرمنی کے شہری حقوق حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک، وہ خالص جرمن نہ ہو۔ اور کوئی شخص جس کو شہری حقوق حاصل نہ ہوں وہ حکومت میں کوئی عہدہ نہیں لے سکتا۔ کوئی غیر جرمن جرمنی میں جرمن زبان میں اخبار نہیں نکال سکتا۔ اور کوئی جرمن اخبار کسی غیر جرمن کو اپنے سٹاف میں نہیں رکھ سکتا۔ شہری حقوق بھی ہر جرمن کو نہیں مل سکتے ہٹلر کے نزدیک جرمنی میں رہنے والے لوگ تین قسم پر منقسم ہونے چاہئیں۔ (۱) جرمن شہری (۲) جرمن رعایا اور (۳) غیر ملکی۔ ایک غیر ملکی کبھی جرمن شہری نہیں ہو سکتا۔ ایک خالص جرمن بھی محض جرمنی میں پیدا ہونے سے شہری حقوق حاصل نہیں کر سکتا۔ جرمنی میں پیدائش صرف اس کو جرمن رعایا قرار دیتی ہے۔ جب وہ بڑا ہو کر کچھ خدمت کرتا ہے، اور حکومت کے نظام میں پرویا جاتا ہے، تب وہ جرمن شہری بنتا ہے۔

اگر سارے ممالک میں ایسے ہی قوانین بن جائیں، تو قوموں میں کتنی نفرت اور اس نفرت کے نتیجہ میں امن کی کتنی بربادی ہو۔ ابھی تو صرف نازی پارٹی ہی ان اصولوں پر عمل کرتی ہے، اور اس سے دُنیا کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امن اتنا برباد ہوا ہے۔ اگر باقی قومیں بھی انہی اصول پر عمل کرنا شروع کر دیں، تو دنیا رہنے کے قابل ہی نہ رہے۔ یہ قوانین اسلامی قوانین سے کتنے دُور اور کتنے مختلف ہیں۔ اسلام نے انسانوں کو کبھی قوموں میں تقسیم نہیں کیا۔ اسلام اس تقسیم کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اگر ابوبکر، عمر، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم مسلمانوں میں معزز تھے، اور نبیؐ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پیارے تھے، تو بلال، سلمان اور صہیبؓ بھی حضور کو ویسے ہی پیارے تھے۔ اور اس وجہ سے کہ کوئی حبشی تھا، کوئی فارسی اور کوئی ایرانی عربوں سے کمتر نہیں سمجھا جاتا تھا، حالانکہ کثرت عربوں کی تھی۔ سوسائٹی عربوں کی تھی۔ مسلمانوں کا سردار اپنے وقت کا سب سے بارعب وذی اقتدار حکمران عمر رضی اللہ عنہ بلال حبشی نژاد آزاد شدہ غلام کو سیّدنا کہکر پکارتا تھا۔ تو یہ عربی اور غیر عربی۔ جرمن اور غیر جرمن کی تقسیم لغتی تقسیم ہے۔ اور قوموں کی یہ تقسیم دنیا کے امن کی بربادی کا باعث ہوتی ہے۔

ہٹلر ازم کا چوتھا نظریہ لیڈرشپ کے متعلق ہے، اور اسی نظریہ کو ڈاکٹر ہاؤشوفرؔ نے ایک لیڈر" (Ein Führer) کے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں، کہ قوم کا بہترین فرد ہی قوم کا حاکم ہونا چاہیئے۔ اسلام اس خیال کا بہت بڑا مؤید ہے۔ اور رسول کی نیابت کا اصول اسی نظریہ کی تائید کرتا ہے۔ اور خلافت راشدہ انہی اصول پر مبنی ہے۔ لیکن اسلامی اصول خلافت اور نازی ازم کے اصول (Ein Führer) "ایک لیڈر" میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلامی خلیفہ قانون شریعت کا محافظ، اس کا تابع، اور اس پر سب سے زیادہ وفاداری سے عمل کرنیوالا ہوتا ہے۔ لیکن جرمنی کا لیڈر خود قانون، خود قانون ساز اور قانون اس کا تابع ہے۔ "ایک لیڈر" (Ein Führer) کے الفاظ کا مفہوم ایسا سادہ نہیں جیسا ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے۔ ان الفاظ کا یہ مطلب ہے، کہ کوئی جرمن کسی وقت اور کسی حالت میں اور اپنی زندگی کے کسی حصہ اور پروگرام میں ہٹلر کی غلامی سے آزاد نہیں ہوسکتا۔ اس کی رُوح اور اس کا جسم دونوں ہٹلر کے غلام ہیں۔ اس کے اعتقادات، اس کے خیالات اور اس کے اعمال پورے اور مکمل طور پر ہٹلر کے احکام کے تابع ہیں۔ ہٹلر اپنے مقابلہ میں جرمنوں کے لئے کسی اور شخص کی لیڈری کو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔ اس کی لیڈری کامل و

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مکمل اور ناقابلِ تقسیم ہونے کے قابل ہے۔ جرمنوں کی ساری اطاعتیں ہٹلر کی اطاعت کے تابع ہیں۔ وہ دینی اور دنیوی امور میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ وہ روحانی اور جسمانی تقسیموں کا قائل نہیں۔ ایک خالص نسل کا نازی جرمن اگر آج مسلمان ہوتا ہے، تو اسلام کے ساتھ اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اسکے تعلق اور اطاعت کو ہٹلر کیسا تھ تعلق اور اطاعت کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت حاصل ہو گی۔ اگر آج ہٹلر کی سیاست کا تقاضا ہو گا، کہ مکہ پر چڑھائی کی جائے "اور بیت اللہ پر بم گرائے جائیں، تو ایک جرمن مسلمان کو ایسا کرنا ہو گا۔ قومی مفاد سب مفادوں سے افضل اور قومی لیڈر کی فرمانبرداری سب دیگر لیڈروں کی فرمانبرداریوں سے مقدم ہے۔ یہودیوں کی ہٹلر کے ہاتھوں بربادی کا سبب یہ نہیں کہ وہ یہودی نسل کو ذلیل نسل سمجھتا ہے۔ ذلیل نسل کو اپنے تابع فرمان کر لینا تو سمجھ میں آسکتا ہے، لیکن ایک ذلیل قوم کو تباہ و برباد کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ یہودیوں سے اسکی دشمنی کی سب سے بڑی وجہ جو اس نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے، یہ ہے، کہ یہودی اپنی یہودیت کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس کی دو قومیتیں ہوتی ہیں، ایک مذہبی قومیت، اور ایک ملکی قومیت۔ یہودی مذہبی قومیت کو بہت عزیز سمجھتا ہے۔ اور دنیا کے سب یہودیوں کی برادری کا اپنے آپ کو ایک فرد سمجھتا ہے۔ یہ پورا اور مکمل (Total) قومی فرد نہیں بنتا۔ نہ جرمنی میں، نہ انگلستان میں اور نہ فرانس میں۔ گویا ہٹلر کو یہودیوں سے دشمنی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے، کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی اطاعت (Allegiance) کا جوا ابھی اپنی گردن میں رکھتا ہے۔ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ عیسائیوں سے بھی اس کی دشمنی اور نفرت کا بڑا سبب یہی ہے، کہ رومن کیتھولک مذہبی امور میں پوپ کو اور پراٹسٹنٹ بائیبل کو اپنا رہنما جانتے ہیں۔ ہٹلر اپنے علاوہ جرمنوں کے لئے کسی اور رہنما کی ضرورت کا قائل نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر راشننگ نے اپنے مجموعہ مضامین[1] میں ہٹلر کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ وہ عیسائیت کو ملک میں برباد کر کے چھوڑیگا۔ فرمانبرداری اور اطاعت کا یہ نظریہ مسلمانوں کے لحاظ سے کتنا خطرناک ہے۔ ایک جرمن پر قرآن،

---

[1] Hitler Speaks

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن کے خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت پر ہٹلر کی اطاعت مقدم ہے۔

بات یہ ہے، کہ نازی ازم اسلام کی طرح خود ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کا دعویدار ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ نہیں، جس کے متعلق اس کا ضابطہ موجود نہ ہو۔ اس لئے کسی سچے نازی کی زندگی کے کسی حصّہ میں کسی اور مذہب یا ضابطہ کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اس ضابطۂ حیات یا مذہب کا نام نازی ازم ہے۔ اس کا رسول ہٹلر ہے، اور اس کی مذہبی اور مقدس کتاب "میری جدوجہد" ہے۔ یہ خیالات جرمن لیڈروں نے مختلف موقعوں پر ظاہر کئے ہیں۔ اور ان میں سے جو غالی ہیں، وہ برملا کہتے ہیں، کہ جرمنی ہمارا خدا ہے، اور خدا ہماری جرمنی۔ ہٹلر جرمنی ہے، اور جرمنی ہٹلر۔ یعنی ہٹلر ہمارا خدا ہے۔ بہرحال جن لوگوں نے نازی ازم کے اصولوں کو زیادہ غور سے مطالعہ کیا ہے، وہ جانتے ہیں، کہ نازی ازم میں کسی اور ازم کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اس لحاظ سے جتنا نازی ازم آسمانی مذاہب یعنی اسلام۔ یہودیت اور عیسائیت کے خلاف ہے، آج تک کوئی سیاسی تحریک ان مذاہب کے اتنی خلاف نہیں ہوئی۔

نازی ازم کے بنیادی اصولوں کے مختصر بیان کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ اس خطرناک تحریک کے پروگرام اور اس کے لیڈر کے کیریکٹر پر بھی کچھ روشنی ڈالی جاوے۔ گذشتہ جنگ عظیم کے پیدا کردہ ہیجان نے یورپ میں بہت سی انقلابی شخصیتیں اور انقلابی تحریکیں پیدا کیں۔ نازی ازم، کمیونزم، فاشزم اور مصطفےٰ کمال پاشا کی سرکردگی میں ٹرکی کا دوبارہ احیاء۔ لینن، مسولینی اور مصطفےٰ کمال پاشا بے شک اپنی اپنی تحریکوں کے زندہ نمونہ تھے۔ لیکن جس قدر یگانگت نازی ازم اور اس کے لیڈر ہٹلر کو آپس میں ہے، کسی اور لیڈر کو اپنی تحریک سے نہیں ہوئی۔ ہٹلر مجسّم نازی ازم ہے۔ اس لئے نازی ازم کو صحیح طور پر جاننے کے لئے اس کے لیڈر کا جاننا ضروری ہے۔ اور اس کے لیڈر کے مونہہ سے ہی اس تحریک کے صحیح پروگرام کا پتہ لگ سکتا ہے۔

ہٹلر اپنی کتاب "میری جدوجہد" میں اپنے پروگرام کے متعلق لکھتا ہے، کہ یا تو جرمنی دنیا میں سب سے زیادہ بڑی طاقت ہوگی، یا پھر یہ ملک فنا ہوگا۔ پھر اپنے منتہیٰ و مقصود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے، کہ روس کی حکومت، مشرق پر غلبہ اور پھر تمام جہان کی سرداری یہ میرا پروگرام ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر ذرا تفصیل کے ساتھ ہٹلر کے اس پروگرام کو ہٹلر کے مُنہ سے راش ننگ یوں بیان کرتا ہے۔ "ایک بہت بڑی ایمپائر بغیر خون بہائے اور لوہے کے استعمال اور ایک فولادی ارادے اور وحشیانہ قوت و طاقت کے وجود میں نہیں آسکتی۔ میری ایمپائر کے مرکز میں طاقتور جرمنی ہوگا، جس میں کسی قسم کے اختلاف کی اجازت نہ دی جائیگی، اس کے ارد گرد آسٹریا، بوہیمیا اور موراویا اور مغربی پولینڈ ہونگے جن میں دس کروڑ خالص جرمن آباد ہونگے، اور جہاں کوئی اجنبی عنصر ہرگز قائم نہ رہنے دیا جائیگا۔ یہ میری طاقت کا مرکز ہوگا۔ اس کے علاوہ میرے مشرقی ملک ہونگے۔ یعنی پولینڈ، بالٹک کی ریاستیں، ہنگری، بلقانی ریاستیں، یوکرین، والگا کی وادی اور جورجیا۔ لیکن یہ اتحاد برابر کی طاقتوں والا اتحاد نہیں ہوگا۔ بلکہ یہ سب ملک جرمنی کے ماتحت ہونگے۔ ان کے پاس کوئی فوج نہ ہوگی، کوئی ان کی علیحدہ سیاسی اور اقتصادی پالیسی نہ ہوگی۔ مَیں جذبات کی بناء پر لوگوں سے سلوک کرنیکا عادی نہیں ہوں۔ میرے نزدیک دشمن اور دوست میں کوئی تمیز نہیں۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے دن گذر چکے۔ مَیں ایک مغربی ممالک کی یونین بھی قائم کرونگا۔ جس میں ہالینڈ، بلجیم، شمالی فرانس، سویڈن اور ناروے ہونگے۔ . . . . جہاں نپولین ناکام ہوا تھا، مَیں کامیاب ہونگا اب کسی ملک کو اس کا جزیرہ ہونا محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ میں انگلستان کے ساحل پر اُترونگا، انگلستان کو ابھی معلوم نہیں، کہ وہ کس قدر غیر محفوظ ہے۔ اگر انگلستان، فرانس اور رُوس نے اتحاد کیا، اور میرے لئے مشکلات پیدا ہوگئیں، تو اس وقت سارے یورپ کا خاتمہ ہوگا۔ ۱۹۱۸ء کی طرح اب شکست ماننے کا کوئی امکان نہیں۔ مَیں گرتے گرتے تمام دُنیا کو اپنے ساتھ بربادی کے گڑھے میں لے گرونگا۔"[1]

اپنے اس پروگرام میں جو موجودہ جنگ سے بہت پہلے اس نے اپنے دوستوں کو بتادیا تھا، ہٹلر نے اپنے سارے عزائم کا اظہار کردیا۔ بلکہ ان ذرائع اور طریقوں کو بھی بیان کردیا، جو اس پروگرام کی تکمیل کے لئے وہ استعمال کرنیوالا تھا۔ ان ذرائع میں سب سے بلند مقام ظلم اور قوت اور خون بہانے کو

[1] Hitler Speaks

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حاصل ہے۔ نازی ازم کے اصولوں میں پیہم، مسلسل اور مستقل جنگ کو ایک بہت بلند حیثیت حاصل ہے۔ جنگ بقول ہٹلر[1] صرف فتوحات کے لئے ہی ضروری نہیں۔ بلکہ قوم میں اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ جذبات کے قیام کے لئے بھی ضروری ہے۔" جنگ ازلی ہے، جنگ ابدی ہے، جنگ ہمیشہ ہے، اور ہمیشہ رہے گی، اور ہمیشہ رہنی چاہیئے۔ اس کی کوئی ابتداء نہیں۔ اور دنیا کبھی امن کا مونہہ نہ دیکھیگی جنگ زندگی ہے، اور ہر کشمکش جنگ ہے، تمام چیزوں کی ابتداء جنگ ہے..... طاقت ہی سب بڑی صداقت اور سچائی ہے....... انگلستان اور امریکہ کمزور ہو چکے ہیں، فرانس میں تفرقہ ہے ان میں سے کوئی قوم لڑائی نہیں چاہتی۔ مگر مَیں جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ مَیں اپنے مقصد کے حصول کے لئے ہر طریقہ اور ہر ذریعہ کو درست سمجھتا ہوں۔ میرا اصول یہ نہیں ہے، کہ دشمن کو تنگ نہ کرو۔ میرا اصول یہ ہے، کہ اس کو ہر ممکن طریق سے تباہ کرو۔ مَیں وہ ہوں، جو جنگ شروع کریگا.....[2]"

یہ ہے جنگ کے متعلق ہٹلر کا نقطۂ نظر۔ اور اپنے پروگرام کی تکمیل میں وہ اس سب سے بڑے اور ضروری طریق کو پوری طرح استعمال کرتا ہے۔ اس نے کس طرح اپنی وحشیانہ قوت اور بہیمانہ طاقت سے کمزور اور چھوٹی چھوٹی قوموں کو تباہ کیا۔ ناروے، ڈنمارک، ہالینڈ، بلجیم، اور چیکوسلواکیہ کی تباہی اس کے خلاف آسمان کی طرف نگاہ کئے فریاد رس ہے۔

ہٹلر اپنے مقصد کے حصول میں سچ اور جھوٹ کی تمیز نہیں جانتا۔ اس کے نزدیک دُنیا میں طاقت اور کامیابی سب سے بڑی سچائی ہے۔ اور ہر ممکن طریق اپنے مقصد کے حصول کے لئے جائز ہے۔ اخلاق اور بداخلاقی، سچ اور جھوٹ، رحم اور ظلم کی جذباتی تقسیم کو وہ محض فضول اور بیہودہ خیال کرتا ہے۔ اس کے جنگ کے سامانوں میں ہوائی جہاز، ڈبکنی کشتیوں، توپوں اور موٹری دستوں کے ساتھ پروپاگنڈا کو بھی ایک بہت اہم حیثیت حاصل ہے۔ اس کا خیال ہے، کہ گذشتہ جنگِ عظیم جرمنی نے اپنے حربی سامانوں اور فوجوں کی کمزوری کے باعث نہ ہاری تھی، بلکہ اس کی شکست

---

[1] میری جدوجہد۔ [2] میری جدوجہد۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا باعث اس کے پروپاگنڈا سسٹم کی خرابی تھی۔ جرمنی میں پراپاگنڈا کی ایک باقاعدہ وزارت قائم ہے۔ جس طرح جنگ کو جیتنے کے لئے حربی سامانوں کی ضرورت ہے، ویسی ہی ضرورت ہٹلر کے نزدیک اس بات کی ہوتی ہے، کہ جنگ کے متعلق قوم میں پروپاگنڈا صحیح طور پر کیا جائے۔ پروپاگنڈا کی ضرورت اور اہمیت سے تو کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہٹلر کی پروپاگنڈا کی تعریف کچھ عام تعریف سے مختلف ہے "میری جدوجہد" میں وہ پروپاگنڈا کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے، کہ "مستقل اور صحیح طور پر پروپاگنڈا کرنے سے تمام کی تمام قوم دھوکا میں رکھی جا سکتی ہے۔ پروپاگنڈا کے ذریعہ جہنم کو جنت کر کے دکھایا جا سکتا ہے، اور بدترین قسم کی زندگی ایک بہشتی زندگی ظاہر کی جا سکتی ہے...... لیکن ایک جھوٹ کو منوانے کے لئے اس جھوٹ کی وسعت اور جسامت بہت ضروری عنصر ہے۔ لوگ بہت آسانی سے ایک بہت بڑے جھوٹ کو ماننے کے لئے طیار ہو جاتے ہیں۔ چونکہ وہ خود چھوٹے چھوٹے جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں، اس لئے چھوٹے جھوٹ کو وہ جھوٹ سمجھتے ہیں، اور بڑے جھوٹ کو سچ۔ چونکہ لوگ خود بڑا جھوٹ نہیں بولتے، اس لئے بہت بڑے جھوٹ کو دیکھ کر ان کو خیال بھی نہیں آتا، کہ اتنا بڑا جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ اور نہ وہ کبھی یہ خیال کر سکتے ہیں کہ کوئی شخص ایسی ذلیل حرکت بھی کر سکتا ہے، اور واقعات کو اس طرح مسخ کر سکتا ہے۔ اور اگر کسی بڑے جھوٹ سے پردہ اٹھ بھی جائے، اور جھوٹ ننگا ہو جائے، پھر بھی بہت دیر تک لوگ شک اور کشمکش میں ہی پڑے رہتے ہیں، اور نہیں چاہتے، کہ جس امر کو وہ سچا سمجھتے رہے ہیں، اس کو اب جھوٹا خیال کریں۔ وہ ہر اس موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، جس سے یہ ثابت ہو سکے، کہ جس جھوٹ کو وہ سچ سمجھتے تھے وہ سچ ہی ہے۔ پس بہرحال پھر بھی دیدہ دلیری سے بولے ہوئے جھوٹ کا جھوٹ ظاہر ہو جانے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ باقی رہ ہی جاتا ہے[1]...... میں انسانی جذبات

[1] Germany what next

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے احترام میں اپنا وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ نہ میں کسی کے ارادوں کی نیکی اور بُرائی کی تحقیقات کر سکتا ہوں۔ ہمیں اپنے دلوں کو سخت کرنا چاہیئے، اور ہر قسم کی رحمدلی اور حساسی کو دُور پھینکنا چاہیئے۔ جس دن میں جنگ کا بگل بجاؤنگا، میں اس خیال سے رُک نہیں جاؤنگا، کہ ایسا کرتے ہوئے میں ایک کروڑ نوجوانوں کو موت کے مونہہ میں بھیج رہا ہوں۔ میرے نزدیک ایک ہی انصاف ہے اور وہ جرمن قوم کے زندہ رہنے کا حق ہے۔ . . . . . . میں اپنے مقصد کے حصُول میں کسی چیز کے کرنے سے نہیں ہچکچاؤنگا۔ کوئی بین الاقوامی قوانین اور کوئی معاہدات مجھے اس بات سے روک نہیں سکیں گے۔ کہ کسی بات سے میں اگر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہوں تو نہ اٹھاؤں۔[لے]

جن خیالات اور نظریات کا اظہار ہٹلر نے اس وقت کیا جب اس کو کوئی طاقت حاصل نہ تھی، ان خیالات اور نظریوں پر اس نے اسوقت پوری طرح سے عمل کیا، جب وہ برسرِ اقتدار آیا۔ نسل، حکومت اور جنگ کے متعلق اس کے نظریوں کے بارے میں اختصاراً کچھ بیان کیا جا چکا ہے۔ جب ہٹلر کو قوت اور حکومت حاصل ہوئی، اور قوموں اور حکومتوں سے اس کو معاہدات کرنے پڑے، تو ان معاہدات کے متعلق اپنے نظریہ کو بھی اس نے پوری طرح سے نباہا۔ اس نے کوئی معاہدہ کسی حکومت سے نہیں کیا، کہ اپنے اغراض و مقاصد کے حصُول کی خاطر اس معاہدہ کو اسے توڑنا پڑا ہو، اور اس نے نہ توڑا ہو۔ بین الاقوامی معاہدات کی مٹی جیسی جرمنی کے اس مایۂ ناز فیوہرر کے ہاتھوں پلید ہوئی ہے، اس کی نظیر بھی تاریخ پیش کرنے سے عاجز ہے۔ جب وہ آج سے قریبًا بیس سال پہلے بویریا میں اپنی طاقت جمع کر رہا تھا، اور حکومت کو اس سے نقضِ امن کا اندیشہ ہوا، اور حکومت نے اس کو اس پر تنبیہ کیا، تو اس نے حتمی طور پر وعدہ کیا، کہ وہ ملک کے امن کو کبھی برباد نہیں کرے گا۔ لیکن ابھی اس وعدہ پر چند ہفتے ہی گذرے

لے *Mein Kampf*

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تھے، کہ اس نے لیوڈن ڈارف کے ساتھ مل کر میونخ میں حکومت کا تختہ اُلٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ پھر اس نے ۱۹۳۲ء میں ہنڈن برگ سے وعدہ کیا، کہ وہ پیپن حکومت کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرے گا، لیکن اس نے اس حکومت کو توڑنے کی کوشش کی۔ پھر جب ۱۹۳۳ء میں وہ پہلی مرتبہ چانسلر بنا، اور کیبنٹ میں اس کے متبعین کی تعداد تھوڑی تھی، تو ہنڈن برگ نے یہ عہد لینے کے بعد اس کو چانسلر بنایا، کہ وہ کیبنٹ کے ممبروں کو نہیں بدلیگا۔ لیکن چند ماہ کے اندر اندر اس نے کیبنٹ کی پوری شکل بدل کر اس کو نازی کیبنٹ بنا دیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے ۱۹۲۳ء میں وعدہ کیا تھا، کہ اگر ۱۹۲۳ء میں وہ ملک میں انقلاب پیدا کرنے میں ناکام رہا، تو وہ خودکشی کر لیگا۔ وہ ناکام ہوا۔ لیکن اس نے خودکشی نہ کی۔ حکومت سنبھالنے کے تین ماہ بعد اس نے جرمن پارلیمنٹ میں تقریر کی، کہ گرجا کی آزادی بحال رہے گی، اور اس کے حقوق اور اختیارات میں قطعاً کوئی دخل اندازی نہ کی جائے گی۔ ۲۰ر جولائی ۱۹۳۳ء کو اس نے پوپ کی حکومت کے ساتھ ایک باقاعدہ معاہدہ کیا، لیکن اس کے تین سال بعد جو عیسائیت کی درگت جرمنی میں بنی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ عیسائی سکول چھین لئے گئے۔ پادریوں کو گرفتار کیا گیا۔ اور جیلوں میں ان کو بند کر دیا گیا۔ گرجا کی جائیداد پر قبضہ کر لیا گیا۔ سکولوں سے کیتھولک اساتذہ اور استانیاں خارج کی گئیں۔ اور گرجا کے معزز ترین عہدے داروں کو اخبارات میں اور پلیٹ فارم سے گندی سے گندی گالیاں دی گئیں۔ آخر ۱۴ر مارچ ۱۹۳۷ء کو جب پوپ نے ایک باقاعدہ سرکاری دستاویز میں اس خلاف ورزی معاہدہ کی شکایت کی، اور برملا کہا، کہ اس ڈکٹیٹر کے الفاظ پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔[1] تو نازی حکومت کے سرکاری اخبار فوکشر بیو باختر نے صاف الفاظ میں اقرار کیا، کہ پوپ کے ساتھ معاہدات کو توڑا گیا ہے۔ لیکن معاہدات کو وفاداری سے نباہنے کا یہ مطلب نہیں، کہ ان کو پورا کر کے جرمن مفاد کو نقصان پہونچا لیا جائے۔ جرمنی کی وفاداری سب سے اوّل اور

---

[1] One man against Europe.

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمیشہ کے لئے اور ہر حالت میں اپنی قوم اور اس کے مفاد سے ہے۔

۳۰ر جنوری ۱۹۳۴ء کو ریشتاغ میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے کہا، کہ مسئلہ سار کے حل ہو جانے کے بعد جرمن حکومت معاہدہ لوکارنو کے الفاظ اور ان کی روح کو تسلیم کرنے کو تیار ہے۔ معاہدہ لوکارنو کی رُو سے جرمنی نے اقرار کیا تھا، کہ نہ وہ رائن لینڈ پر قبضہ کرے گی، اور نہ اس کو مسلح کرے گی۔ لیکن ۷ر مارچ ۱۹۳۶ء کو اچانک ہٹلر نے رائن لینڈ پر قبضہ کر لیا۔

مارچ ۱۹۳۵ء میں معاہدات کے خلاف ملک میں جبری بھرتی کا قانون پاس کرتے ہوئے کہا، کہ جرمن فوج کسی ملک کی آزادی چھیننے کے لئے استعمال نہیں کی جائے گی۔ اور رائن لینڈ پر قبضہ کرنے کے دن ریشتاغ میں تقریر کرتے ہوئے کہا، کہ اب یورپ میں ہمارا کوئی ملکی مطالبہ باقی نہیں رہ گیا، اور جرمنی یورپ کے امن کو اب کبھی خطرہ میں نہیں ڈالیگا۔ اور چند دن بعد ریشتاغ میں تقریر کرتے ہوئے کہا، کہ جرمنی آسٹریا کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا۔ نہ اس کو اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے، اور نہ اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے لیکن ۱۱ر مارچ ۱۹۳۸ء کو آسٹریا پر قبضہ کر لیا گیا۔ حالانکہ دو سال قبل اس نے آسٹریا کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ کر کے اس کی خود مختاری کو تسلیم کیا تھا۔ آسٹریا پر قبضہ کے تین دن بعد مسٹر چیمبرلین نے برٹش پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا، کہ مجھے بتایا گیا ہے، کہ فیلڈ مارشل گوئرنگ نے برلن میں چیکوسلواکیہ کے سفیر کو یقین دلایا ہے۔ اور پھر اسی یقین کا اعادہ اس نے ہٹلر کی طرف سے کیا۔ کہ جرمن حکومت دل سے چیکوسلواکیہ اور جرمنی کے تعلقات کو استوار کرنے کی خواہش رکھتی ہے۔ اور اپنے آپ کو چیکوسلواکیہ جرمن معاہدہ (۱۹۲۵ء) کی پابند سمجھتی ہے۔ لیکن چھ ماہ کے بعد چیکوسلواکیہ کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا گیا۔

میونخ میں چیکوسلواکیہ کے حصے بخرے کرنے کے بعد ہٹلر نے وزیر اعظم برطانیہ کو یقین دلایا، کہ چیکوسلواکیہ کے اس علاقہ کو جرمنی میں شامل کرنے کے بعد جس میں جرمن آباد تھے۔ میرا یورپ میں آخری ملکی مطالبہ پورا ہو گیا۔ اور ۲۶ر ستمبر ۱۹۳۸ء کو ریشتاغ میں تقریر کرتے ہوئے اس نے کہا، کہ "میرا آخری ملکی مطالبہ پورا ہو چکا۔ ہم اپنی زندگی اپنے طور پر بسر کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے لوگ جس طرح چاہیں اپنی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمیں چیک لوگوں کو اپنے اندر شامل کرنے کی خواہش نہیں"۔ لیکن چھ ماہ بعد مارچ ۱۹۳۹ء میں بوہیمیا اور موراویا کے اضلاع کو جرمنی میں شامل کر لیا۔ حالانکہ ان اضلاع میں جرمن آباد نہ تھے۔ اور ان اضلاع پر قبضہ کرنے سے صرف ایک دن قبل برٹش اور فرانسیسی سفراء کو سرکاری طور پر بتایا گیا تھا، کہ جرمنی کا ارادہ کسی غیر معمولی اقدام کا ہرگز نہیں۔

۱۹۳۴ء میں جرمنی نے پولینڈ سے ایک غیر جارحانہ معاہدہ کیا تھا جس کی رُو سے دونوں قوموں نے اپنے معاملات کو امن اور گفتگو سے طے کرنے کا عہد کیا تھا۔ اور اس معاہدہ کی میعاد دس سال مقرر کی گئی تھی۔ جرمنی پولینڈ کے معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے ہٹلر نے بڑے فخر سے کہا تھا، کہ یہ جرمنی کا ایک غیر حکومت سے پہلا پیکٹ ہے۔ ڈینزگ جو ایک خطرہ کی جگہ تھی، اب اس سے خطرہ کا عنصر ختم ہو چکا ہے۔ اس معاہدہ کے ایک سال بعد ریشتاغ میں تقریر کرتے ہوئے ہٹلر نے کہا، کہ ہم سچے قوم پرست پولوں کی سچی دوستی اور معاملہ فہمی کی قدر کرتے ہیں۔ اور پھر پورے ایک سال بعد ۷ مارچ ۱۹۳۶ء کو ریشتاغ میں کہا، کہ نیشنل سوشلسٹ خارجی پالیسی اس بات کو تسلیم کرتی ہے، کہ یہ نامعقول ہے، اور ایک ناممکن امر ہے، کہ ۳۵ لاکھ نفوس کی ایک حکومت کے پاس سمندر تک کوئی راستہ نہ ہو (یعنی ڈینزگ پر پولینڈ کے قبضہ کو تسلیم کیا) لیکن ستمبر ۱۹۳۹ء میں ڈینزگ کے بہانے سے پولینڈ پر حملہ کر کے اس کو برباد کر دیا گیا۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں ناروے اور ڈنمارک پر قبضہ کیا۔ اور اپنے اس نظریئے کی مٹی پلید کی، کہ نارڈک لوگ دنیا کے بہترین لوگ ہیں۔ حالانکہ ناروے اور ڈنمارک کے باشندے اسی نسل کے ہیں۔ بلجیم اور ہالینڈ کو بار بار سرکاری اور باقاعدہ طور پر یقین دلانے کے بعد کہ ان کی آزادی پر کبھی ہاتھ نہیں ڈالا جائیگا، مئی ۱۹۴۰ء میں ان پر بغیر کسی عذر اور سبب کے حملہ کر دیا گیا۔

۲۲ اگست ۱۹۳۹ء کو وہ رسوائے عالم روسی جرمن معاہدہ ہوا، جس سے یورپ میں جنگ کا آغاز ہوا۔ اور اس پیکٹ کی رُو سے روس اور جرمنی نے ایک دوسرے کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہ کرنے کا عہد کیا۔ اور ٹھیک دو ماہ کم دو سال بعد یعنی ۲۲ جون ۱۹۴۱ء کو اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روس پر حملہ کر دیا۔ حالانکہ روس نے ان دو سالوں میں معاہدہ کی شرائط کو نہایت دیانتداری سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بنا ہا۔ ٹرکی کے ساتھ بھی ہٹلر کا ایک معاہدہ دوستی قائم ہے، ابھی چند دنوں میں دنیا دیکھ لیگی، کہ اس معاہدہ کا کیا حشر ہونا ہے۔

یہ ہے، اس قوم کے لیڈر کا سیاہ اعمال نامہ جو اپنے آپ کو دنیا کی بہترین قوم کہتے کہتے نہیں تھکتی۔ جس کو اپنی تہذیب اور کلچر پر ناز ہے، جو اپنی سیاست اور عسکری قوت پر نازاں ہے۔ دنیا میں معاہدات پہلے بھی توڑے جاتے رہے ہیں۔ زبردستوں پر زبردستوں نے پہلے بھی زیادتیاں کی ہیں کمزور پہلے بھی بغیر کسی گناہ اور جرم کے اپنی آزادی سے محروم کئے جاتے رہے ہیں۔ اور طاقتوروں کے مظالم کا تختۂ مشق بنتے رہے ہیں۔ لیکن جھوٹ اور دھوکے کی برملا تبلیغ اور معاہدات کی اس دیدہ دلیری سے بے حرمتی اور ظلم، جور اور بے انصافی پر اس طرح علانیہ فخر کرنا جس طرح ہٹلر کرتا ہے، پوری انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

ہٹلر کے سیاسی اصولوں میں سے ایک یہ اصول بھی ہے، کہ اپنے مقصد کے حصول میں وہ دوست دشمن میں تمیز نہیں کرتا۔ دشمنوں کے ساتھ تو سب لوگ سختی سے پیش آتے ہیں، لیکن ہٹلر کو یہ امتیاز حاصل ہے، کہ وہ ادنیٰ سے اختلاف پر اپنے ایک ایسے عزیز دوست کو جس نے برسوں نہایت وفاداری سے اس کی خدمت کی ہو، اور اسکے مقاصد اور اصولوں کے لئے ہر قسم کے شدائد اور مصائب برداشت کئے ہوں قربان کرنے میں ذرا بھی تامل محسوس نہیں کرتا۔ افراد اسکے آلۂ کار ہیں، اور جو ذرا اسکے کام کا نہیں رہتا، یا جسکے متعلق وہ سمجھتا ہے، کہ اب یہ میرے کام کا نہیں، اسکو بے دریغ طور پر برباد کر دیتا ہے۔ اسکی سیاسی زندگی کے ابتدائی ایام میں فیڈر اور ڈرکیسلر اسکے بہت بڑے معاون و مددگار تھے۔ اور نازی پارٹی کی تشکیل اور اسکی ابتدائی مشکلات کے دور کرنے میں انہوں نے بہت بڑا کام کیا۔ لیکن اب معلوم نہیں وہ کہاں ہیں؟ مروا دیئے گئے یا گمنامی اور ذلت کی قبروں میں پڑے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

نازی پارٹی میں گریگر سٹراسر کو ہٹلر کے بعد سب سے زیادہ طاقت حاصل تھی۔ روہم اسکی زرد قمیص والی فوج کا کمانڈر انچیف تھا۔ نازی پارٹی کو ایک بے حیثیت سیاسی پارٹی سے اٹھا کر ترقی کے بام تک پہنچانے میں ان دونوں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ لیکن ذرا سے اختلاف پر یہ دونو ۳۰ جون ۱۹۳۴ء کو موت کے گھاٹ اتار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دیئے گئے۔ اور اب قبر کی دوسری طرف سے انکی روحیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں، کہ جرمنی کا فیوہرر نہایت بیوفا اور ناقابل اعتبار اور ظالم انسان ہے۔ کارل ارنسٹ ان نوجوانوں میں سے تھا، جن پر ہٹلر کو کامل اعتماد تھا، اور یہ نوجوان ہٹلر اور اسکے اصولوں کی خدمت کرنا اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتا تھا۔ اس کے قتل سے صرف چھ ہفتے قبل ہٹلر اسکی شادی پر اس کا شہ بالا تھا۔ اسکو جب روہم کے ساتھ ۳۰ جون کو گولی ماری گئی، تو اسے یہ بھی علم نہ تھا، کہ میرا جرم کیا ہے؟ اور مرتے وقت اس کا یہ خیال تھا، کہ ہٹلر کو اس کے دشمنوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ اور اس کے ساتھی اب مارے جا رہے ہیں۔ اسی لئے ہٹلر کے حکم سے مارے جانیوالے اس نوجوان کی زبان پر آخری الفاظ "ہٹلر زندہ باد" تھے فرٹز تھائیسن جرمنی کے سب سے بڑے سرمایہ دار نے ہٹلر کی روپیہ سے بہت مدد کی۔ اور اب وہ جیل خانہ میں مصیبت کے دن گذار رہا ہے۔ ممکن ہے، مروا یا جا چکا ہو۔ ڈاکٹر ہیوجن برگ کی پارٹی کی مدد سے ہٹلر کو چانسلر بننا نصیب ہوا، اب معلوم نہیں وہ کس مصیبت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کی افواج کا کمانڈر جنرل فرش پولینڈ میں مروا دیا گیا۔ اور فیلڈ مارشل بلام برگ جو ہٹلر کا پہلا جنگی وزیر تھا، اب کسی قلعہ میں نظر بند ہے۔ یہ تو وہ بڑے بڑے لوگ ہیں، جن کو ہٹلر کے لئے قربان کیا گیا۔ اور جو ان میں سے زندہ ہیں، اب اپنے کئے پر پچھتا رہے ہونگے۔ لیکن اس کی پارٹی کے وہ سینکڑوں نوجوان جو جون ۱۹۳۴ء کے قتلِ عام میں قتل ہوئے، دنیا انکے ناموں سے ہی ناواقف ہے۔ بہر حال جرمنی کا "مسیحا" اور نازی پارٹی کا "پیغمبر" ایک بے وفا، متکبر، ظالم، کینہ پرور، دھوکہ باز، شہوت اور دہشت انگیزی سے کام لینے والا۔ مذہب اور اخلاق کا دشمن اور منصوبہ باز انسان ہے۔ اس کے وزراء اور دوست گوئرنگ، گوبلز، ہملر، ربن ٹراپ، روزن برگ، شاخٹ، ہیس، فرک، لے، ڈارے، کیٹل اور براشیش اپنے فیوہرر کی ان "خوبیوں" سے خوب واقف ہیں۔ بے شک ہٹلر تنظیم کی حیرت انگیز استعداد رکھنے والا عجیب و غریب سیاسی اصولوں اور نظریات کا موسس و موجد اور ایک بے نظیر لیڈر ہے۔ لیکن دنیا اس کی ان خوبیوں کو کیا کرے، جب اسکی فرمانروائی کے ساتھ ساتھ جھوٹ، ظلم اور دھوکا بھی قوموں پر حکمرانی کر رہے ہیں، اور شرافت۔ رحمدلی اور دیانتداری مونہہ چھپائے پھرتے ہیں۔ شاید انسان کی شامتِ اعمال نے ہی ہٹلر کی شکل اختیار کی ہو۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تنقید و تبصرہ

الحدیث:۔ اللہ بھلا کرے، الحاج مولانا فضل کریم کا کہ انہوں نے مشکوٰۃ المصابیح کا انگریزی میں ترجمہ کر کے مسلمانوں کے اس انگریزی داں طبقہ پر جو اپنے مذہب سے دلچسپی رکھتے ہیں بہت بڑا احسان کیا ہے۔ مشکوٰۃ حدیث کی درسی کتابوں میں سب سے زیادہ مفید کتاب ہے۔ یہ صحاح ستہ کی ضروری احادیث کا مجموعہ ہے۔ اور ہمارا خیال ہے، کہ حدیث کی ایک کتاب جس کے انگریزی ترجمہ کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، وہ مشکوٰۃ ہے۔ اور مولانا صاحب نے یہ ترجمہ کر کے مسلم انگریزی داں طبقہ اور خود حدیث کی بہت بڑی خدمت کی ہو مشکوٰۃ کے اس ترجمہ سے اسلامی لٹریچر میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہوا ہے۔ مشکوٰۃ بہت بڑی کتاب ہے۔ اس کا ترجمہ مع اس کے ضروری حواشی اور تفسیری نوٹوں کے قریبًا اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔

انگریزی ترجمہ کے سامنے عربی متن ہے، جس پر اعراب لگے ہوئے ہیں۔ اور تھوڑی سی عربی جاننے والا شخص بھی آسانی سے اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا صاحب نے اس قابلِ قدر تصنیف کے وقت بہت سی کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھا، اور کتاب کا دیباچہ جو علم الحدیث کے متعلق نہایت ضروری اور اہم معلومات سے پُر ہے، حدیث کے متعلق محترم مصنف کے علم کی وسعت کو ظاہر کرتا ہے۔ دیباچہ کے اسماء الرجال کے باب میں ۲۰۰ سے زیادہ راویوں کے حالات درج ہیں۔ اور خود نبیؐ اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی لائف پر ۸۰ صفحات کا ایک مقالہ بھی شامل ہے۔

کتاب کی بہت سی خوبیوں میں ایک قابلِ ذکر خوبی یہ بھی ہے، کہ ہر باب کے شروع میں بھی ایک دیباچہ ہے۔ جس میں اس باب کے مضامین کو خلاصۃً بیان کردیا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کتاب کے مطالعہ سے طبیعت پر یہ اثر بھی ہوتا ہے، کہ مولانا صاحب باوجود انگریزی دان اور ماڈرن خیالات اور علوم سے واقف ہونے کے قدامت پسند ہیں، اور بعض جگہ تو اس قدامت پسندی کی وجہ سے ان سے فاش غلطیاں بھی ہوگئی ہیں۔ مثلاً حیاتِ مسیح جیسے غلط مسئلہ کو بھی وہ صحیح تسلیم کرتے ہیں، اور ایک آدھ بودی دلیل بھی اس کی تائید میں انہوں نے دیدی ہے۔ اعراب اور ترجمہ میں بھی بعض جگہ غلطیاں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، کہ پروف زیادہ توجہ سے نہیں دیکھے گئے۔ لیکن ان ایک دو فروگذاشتوں کے باوجود مصنّف کی محنت قابلِ شکریہ ہے اور فروگذاشتیں چشم پوشی کے قابل۔ چھ ہزار احادیث کو مولانا صاحب نے قریباً اڑھائی ہزار صفحات میں جمع کیا ہے۔ اور اڑھائی ہزار سے اُوپر تفسیری نوٹ ہیں اور چار سو کے قریب مختلف موضوعات پر باقاعدہ مضامین لکھے ہوئے ہیں۔ بہرحال کتاب اسلامی مذہبی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہے۔ کتاب چار جلدوں پر منقسم ہے اور چاروں جلدوں کی قیمت ۲۲ روپے اور انگریزی سکہ میں دو پونڈ چھ پنس ہے۔ علیحدہ علیحدہ جلدیں خریدنے میں قیمت کچھ زیادہ دینی پڑتی ہے۔ ٹائپ۔ کاغذ اور چھپوائی بہت خوبصورت ہیں۔ ہم ہر اس نوجوان سے، جو کلام النبیؐ سے محبت رکھتا ہے، لیکن وہ عربی نہیں جانتا، اور اسکے پاس اتنا وقت بھی نہیں، کہ کسی عربی دان استاد سے باقاعدہ حدیث کا سبق لے، سفارش کرتے ہیں، کہ مولانا فضل کریم صاحب کی "الحدیث" اس کے لئے ایک قابل انگریزی عربی دان استاد کا کام دیگی۔

ملنے کا پتہ[لہ]:۔ The Manager Al-Hadis
95/Baitak Khana Road Calcutta.

مذاہب عالم:۔

مصنّفہ پروفیسر پریتم سنگھ صاحب ایم۔اے ۳۹ ٹیمپل روڈ لاہور۔ قیمت بارہ آنے۔ تقطیع خورد، حجم ۱۷۶ صفحات۔ مصنف کے پتہ سے مل سکتی ہے:۔

پروفیسر پریتم سنگھ صاحب ایک مشہور بہائی مصنّف ہیں۔ لیکن یہ کتاب "مذاہب عالم" پروفیسر صاحب کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ جیسا کہ خود انہوں نے کتاب کی تمہید میں تصریح کی ہے، ان تقریروں کا

[لہ] مکتبہ احمدیہ قادیان سے بھی مل سکتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجموعہ ہے، جو وقتاً فوقتاً لاہور کے مختلف کالجوں اور بہائی مدرسہ تابستانی میں کی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں اس میں وہ مضامین بھی شامل کر دیئے گئے ہیں، جو ہندوستان کے مختلف رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

کتاب بارہ ابواب پر منقسم ہے۔ ان میں مصنف نے دنیا کے قریباً تمام بڑے بڑے مذاہب کے متعلق صحیح صحیح واقفیت بہم پہنچانیکی کوشش کی ہے۔ اور یہ سب دیدہ ریزی اور دردسری صرف اسلئے کی گئی ہے کہ مذہبی دنیا اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ اور مذہب کی طرف سے ناواقفیت اور لاعلمی کی وجہ سے جو نفرت دلوں میں پیدا ہو چکی ہے، وہ دُور ہو۔ چنانچہ تمہیدی سطور میں انہوں نے اس مقصد کا اظہار کیا ہے۔ لیکن کتاب کا مطالعہ بتاتا ہے، کہ مختلف مذاہب کے تاریخی اور اعتقادی حالات بتلا کر مذہب کی طرف سے تعصب اور نفرت کے جذبات دور کرنے سے زیادہ امر بہائی کی تلقین فاضل مصنف کے پیش نظر تھی۔ کیونکہ انہوں نے ہر مذہب کے حالات بیان کرتے ہوئے اس پر کوئی نہ کوئی ایسا مخالفانہ تبصرہ کر دیا ہے، جس سے وہ مذہب موجودہ اور آئندہ زمانہ کیلئے قابلِ عمل نہیں رہتا۔ مثلاً ہندو دھرم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ:۔ "ہندو سوسائٹی میں سنگٹھن نہایت ہی مشکل ہے۔ ہندو فلسفہ تو نہایت ہی اچھا ہے۔ مگر اس تخیل کو عملی جامہ پہنانا نہایت ہی مشکل معلوم ہوتا ہے۔" مسلمانوں کے متعلق لکھا، کہ یہ سنگِ اسود کی پرستش کرتے ہیں۔ زرتشتیوں کے متعلق ارشاد فرمایا، کہ انکی متبرک کتابوں میں بہت تحریف ہو چکی ہے۔ غرض ہر مذہب پر اپنی طرف سے ایسے تبصرے کئے ہیں، جن سے پڑھنے والے کے ذہن پر یہ اثر مرتب ہو، کہ ان مذاہب میں سے فی زماننا کوئی مذہب بھی قابلِ قبول نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا تھا، کہ پھر کونسا مذہب اختیار کیا جائے؟ تو پروفیسر صاحب کا جواب بالکل صاف ہے، کہ بہائی مذہب۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ بہائیت ہی کو دنیا کا آنیوالا مذہب قرار دیتے ہیں۔

مصنف نے مختلف مذاہب کے جو حالات بیان کئے ہیں، وہ سطحی قسم کے ہیں اور بعض تاریخی بیانات میں تو انہوں نے شدید ٹھوکر کھائی ہے۔ مثلاً سکھ تحریک کے ذکر میں سکھوں کے دسویں گرو گورو گوبند سنگھ صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ "انہوں نے بڑی بہادری اور جانبازی سے اپنے ہموطنوں کو مغلیہ حکومت کے ظلم اور تعدی سے رہائی دلوائی۔ انکے دو صاحبزادے زندہ دیوار میں چنوائے گئے، اور دو لڑائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں لڑتے ہوئے کام آئے" ان دو سطروں میں مصنف نے دو تاریخی غلطیاں کی ہیں۔ بیشک یہ درست ہے کہ سکھوں کے بعض گوروؤں نے اپنا درویشی بانہ اتار کر ہتھیار سجائے، اور مغلوں کی قائم شدہ حکومت کے خلاف تصادم کے مواقع پیدا کرنے لگے۔ اس لئے بعض مقامات پر قیامِ امن و قانون کی مصلحتوں کے پیشِ نظر انکی قابلِ اعتراض سرگرمیوں کو روکا گیا۔ لیکن منصف مزاج مورخین یہ تسلیم ضرور کرینگے، کہ اس حال میں بھی مغلوں نے کبھی اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ دیا۔ اور انتہائی کوشش یہی کی، کہ کسی نہ کسی طرح سکھ راہِ راست پر آجائیں۔" ایسی حالت میں گورو گوبند سنگھ صاحب کو "بڑی بہادری اور جانبازی سے اپنے ہموطنوں کو مغلیہ حکومت کے ظلم اور تعدّی سے رہائی دلوانے کا موقع ہی کونسا تھا۔

مصنف کا دوسرا فقرہ یہ ہے کہ انکے دو صاحبزادے زندہ دیوار میں چنوائے گئے۔ یہ واقعہ حضرت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد کا بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ گورو گوبند سنگھ صاحب نے ظفرنامہ میں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی تعریف اور مدح سرائی کی ہے۔ اور انکے فضائل میں ایک لمبا قصیدہ تحریر کیا ہے کیا جو شخص کسی کو اپنی بچوں کے قتل کا ذمہ وار سمجھتا ہے، اور جس نے اسکے ہموطنوں کو ظلم و تعدّی کا شکار بنا رکھا ہو، وہ اسکی تعریف میں قصیدہ لکھا کرتا ہے؟ اس سلسلہ میں تفصیل کیلئے گیانی واحد حسین صاحب کا رسالہ "گورو گوبند سنگھ صاحب کے بچوں کا قتل" جسے مکتبہ احمدیہ قادیان نے شائع کیا ہے، دیکھنا چاہیئے۔

پروفیسر صاحب کو مذہب اسلام کا مطالعہ کرتے ہوئے قرآن شریف کی سورتوں میں کوئی خاص ترتیب نظر نہیں آتی۔ اور وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۲ پر لکھتے ہیں:" مسلسل بیانات کی شکل میں ہم قرآن کو نہیں پاتے۔ حضرت محمد (صلعم) کی وفات کے بعد یہ سب الہامات جمع کئے گئے، اور ایک شخص زید نے انکو جمع کر کے ہاتھ سے نقل کیا" ہم نہیں سمجھتے، کہ قرآن مجید کی ترتیب اور جمع و تدوین کے متعلق پروفیسر صاحب کا یہ بیان کس بنیاد پر مبنی ہے۔ نہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے اور نہ واقعات ہی اسکی تائید کرتے ہیں۔ ابھی پچھلے دنوں حضرت امیر المومنین امام جماعت احمدیہ نے قرآن مجید کے پانچ پاروں کی تفسیر شائع فرمائی ہے۔ اگر پروفیسر صاحب تکلیف فرما کر اسکا مطالعہ کرلیں۔ تو قرآن مجید کی سورتوں اور اسکے بیانات میں تسلسل نہ ملنے کی جو مشکل انہیں پیش آئی ہے، اس سے انہیں رہائی مل جائیگی۔ اور وہ دیکھیں گے کہ اس "الہامی کتاب" میں کتنا زبردست تسلسل اور ربط پایا جاتا ہے۔ قرآن شریف

* تورات اور انجیل الہامی کتب ہیں۔ البتہ موجودہ تورات اور موجودہ انجیل کو ہم الہامی نہیں مانتے، بلکہ محرف مانتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسید مژدہ کہ ایّام نو بہار آمد

(حضرت میر محمد اسحاق صاحب کے قلم سے)

حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت میں سب سے بڑے رُوحانی طبیب تھے۔ اسی طرح ساری عمر آپکی جسمانی بیماریوں کو چنگا کرنیکی فکر میں گذری۔ طبّی دُنیا میں جو شہرت آپکو حاصل تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ راجا سے لیکر پرجا تک سب پر آپکا فیض جاری تھا۔ ایک طرف اگر جمّوں و کشمیر کا عظیم الشان مہاراجہ سالہا سال تک آپ کے زیر علاج رہا۔ تو دوسری طرف آپ کیلئے یہ امر باعثِ فخر تھا، کہ عالمِ رُوحانیت کا عظیم الشان بادشاہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی جب سے آپ قادیان میں ہجرت کر کے آئے۔ وصال تک معالج رہے۔ حضرت حکیم الامت یونانی ویدک اور انگریزی تینوں طریقوں سے علاج کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ساری عمر کے نیر بہدف مجرّبات اپنی قلم سے ایک بیاض میں قلمبند کئے جس میں ہر مرض کے بےنظیر سے بےنظیر نسخے درج ہیں۔ یہ بیاض آپ کے صاحبزادوں کے پاس ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی اسی وقت سے آجتک گو آپ کے بعض شاگردوں نے بعض نسخے بنا کر پبلک کو دیئے۔ مگر یہ گنجینہ پوری طرح دنیا پر بند رہا۔ آپ کی وفات کے ۲۷ سال بعد خدا تعالیٰ نے آپکے صاحبزادوں کو یہ توفیق عطا فرمائی۔ کہ وہ اپنے حاذق الملک باپ کے مخفی مجربات کو اپنی نگرانی میں دیانت امانت۔ سچائی اور توجہ سے خالص اور صحیح اجزاء سے تیار کر کے دنیا کے فائدہ کے لئے پبلک میں لائیں۔ اور ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق بنیں۔ اُن کی طرف سے اخبار الفضل کی ایک قریب کی اشاعت میں اس امر کا اعلان ہو چکا ہے۔ مَیں علیٰ وجہ البصیرت اس امر کے اعلان کی جرأت کرتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے صاحبزادگان پوری توجہ اخلاص اور

ہمدردی کے ساتھ بےنظیر باپ کے بےنظیر نسخوں کو

اپنی نگرانی میں بنوا رہے ہیں۔ اس لئے تمام دوستوں سے درخواست ہے، کہ وہ اعلان کردہ ادویہ یا جو بھی نسخہ بنوانا چاہیں۔ وہ آرڈر دے کر بنوا سکتے ہیں۔

بالآخر دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم الامت کے فیض کو تا ابد جاری فرمائے۔ آمین ثم آمین

دوست دوائی منگواتے وقت مرض کی کیفیت ضرور لکھیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صندلین

انیمیا یا کمی خون کا بہترین علاج :- خون تمام اعضاء بدن کو غذا اور رُوح پہونچاتا اور زہریلے مادوں کو جسم سے خارج کرتا ہے۔ تمام اعضاء جسم خون سے ہی زندہ ہیں۔ خون بدن کے ہر ایک حصہ کی غذا کیلئے مناسب مواد مہیّا کرتا ہے۔ اور پستان میں ایسے اجزاء لے جاتا ہے، جو دُودھ بننے کے لائق ہیں۔ یہ خُصیوں میں ایسے اجزاء لے جاتا ہے، جو مادۂ حیات کے لائق ہیں۔

جسم میں دَورہ خون سے حرارتِ بدن برقرار اور قائم رہتی ہے۔ بلکہ زندگی کا مدار ہی اسی پر ہے اور صندلین میں وہ تمام اجزاء بکثرت موجود ہیں، جن پر خون کے پیدا ہونے کا انحصار ہے۔

کمئ خون خواہ کثرت حیض اور بواسیر سے ہو۔ یا عرصہ تک کی بیماری مثلاً ملیریا وغیرہ میں مبتلا رہنے سے ان تمام حالات میں صرف صندلین کا استعمال ہی آپ کے لئے مفید ہے۔ صندلین چہرہ کے رنگ کو نکھارنے اور خون کو صاف کرنے کیلئے بھی اکسیر ہے اور حیض کی خرابیوں میں بھی اسکے استعمال کی سفارش کی جاتی ہے۔

قیمت یکصد (۱۰۰) قرص ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ۱۲)　پچاس قرص ایک روپیہ (عہ)

نوٹ :- صندلین کے ہمراہ نورسالٹ استعمال کرنا ضروری ہے ؎

اکسیر معدہ

یہ بےنظیر مرکب معدہ کی خاص دوا ہے۔ اسکے استعمال سے معدہ کے نازک نظام پر بڑا تسکین بخش اثر پڑتا ہے۔ بدہضمی، نفخ، کھٹے ڈکار، سینے کی جلن، پیٹ کی درد، باؤ گولہ، جی کا متلانا، سُستی، کمزوری، بھوک کم لگنا، خرابئ جگر۔ ان تمام بیماریوں کے لئے اکسیر معدہ کا استعمال مفید ہے۔ بیماری کے بعد یا کمزوری۔ کثرت کار یا ثقیل غذاؤں کے زیادہ استعمال سے جب معدہ کمزور ہوگیا ہو۔ تب اس دوا کے استعمال سے بھوک بڑھ جاتی ہے، اور ہاضمہ کی قوت تیز ہوکر آپ کو اپنی غذا سے زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کرنیکے قابل بناتی ہے۔ اور بواسیر میں بھی مفید پائی گئی ہے۔

قیمت یکصد (۱۰۰) قرص ——— ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ۱۲)

" پچاس قرص ——— ایک روپیہ (عہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرصِ خاص

جریان کے مرض کی اہمیت کسی توضیح کی محتاج نہیں۔ اکثر مریض آخر اسے لاعلاج مرض سمجھکر اپنی زندگی سے مایوس ہوجاتے ہیں۔ جو اصحاب اس مرض کا شکار ہوں، یا ان کے علم میں کوئی دوست اس مرض میں مبتلا ہوں، انہیں ہمارے دواخانہ کی خاص مجرّب دوا قرص خاص ایک مرتبہ ضرور استعمال کرنی چاہیئے۔ یہ دوا ہر قسم کے جریان میں لاجواب ثابت ہوئی ہے۔ اس کے استعمال سے پُرانے سے پُرانا جریان۔ رقّت، سُرعت، ذکاوت حِس، اور کثرت احتلام کی شکایت دُور ہوجاتی ہے۔

غیر معتبر اشتہاری دوائیں خرید کر اپنی صحت اور روپیہ کو برباد نہ کریں۔ بلکہ آج ہی سے "دواخانہ نور الدین" کی تیار کردہ تیر بہدف دوا قرصِ خاص کا استعمال شروع کردیں:-

قیمت پچاس قرص دو روپیہ (عہ)

قرصِ خاص کے متعلق تازہ ترین سرٹیفکیٹ

خاکسار نے قرصِ خاص کو استعمال کیا۔ اور اس کو ایک نہایت مفید دوائی پایا۔ مجھکو پُرانی تکلیف تھی۔ اور اس سے پہلے کئی ادویہ استعمال کی تھیں۔ مگر ان سے کوئی فائدہ نہ ہُوا تھا۔

(خاکسار نور محمد بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ہیڈ ماسٹر راجپور بھائیاں ضلع ہوشیار پور) ۴۱/۵/۴

نوٹ:- اگر اس کے ساتھ "معجون ملیّن" استعمال کی جائے۔ تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔

دوست دوائی منگواتے وقت مرض کی کیفیت ضرور لکھیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امراضِ نسواں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ عورتوں کی امراض کا علاج اپنے حرم محترم کی معرفت کیا کرتے تھے، آپ نے اکثر امراض کا علاج ان کو بتلا دیا تھا۔ حضور کے حرم محترم عورتوں کو دیکھکر ان کا علاج کرتے ہیں۔ جو مریض عورتیں قادیان آئیں۔ وہ ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ جو دوست مرض کے حالات لکھکر بذریعہ خط مشورہ حاصل کرنا چاہیں۔ وہ ہمیں لکھیں ؛

رفیقِ نسواں

رفیقِ نسواں عورتوں کی مخصوص بیماریوں کیلئے

حضرت حکیم الامت کی نہایت کامیاب دوا

ہے۔ اس کے استعمال سے ایامِ حیض کی خرابیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ اگر حیض کی بیقاعدگی بندش یا کمی ہے۔ یا حیض کا خون تکلیف سے رُک رُک کر آتا ہے۔ ناف کے نیچے اُبھار ہے۔ دبانے سے دُکھن محسوس ہوتی ہے۔ کمر اور پنڈلیوں میں درد رہتا ہے جی متلاتا ہے یا ہاتھ پاؤں اور سر میں جلن ہے کسی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا تو یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ کو رفیقِ نسواں کا استعمال جلد سے جلد شروع کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان تکالیف کو دُور کر کے آپ میں قوت و توانائی اور از سرِ نو صحت تازہ پیدا کر دے گی ؛

قیمت پچاس۵۰ قرص دو۲ روپے ؛ یکصد قرص تین روپے بارہ آنے

نوٹ :- زمانہ حمل میں رفیق نسواں استعمال نہیں کرنی چاہیئے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سیلان الرحم

سیلان الرحم کی شکایت آجکل ہندوستانی عورتوں میں بکثرت پھیل رہی ہے۔ لیکن وہ بیچاری بوجہ شرم وحیا اس کا اظہار نہیں کرتیں۔ اور آخر اپنی قیمتی صحت، حقیقی حُسن اور نکھار کو برباد کر لیتی ہیں۔ یہ مرض عورتوں کو دیمک کی طرح کھوکھلا کر دیتا ہے اگر آپ کے گھر والیوں یا جوان لڑکیوں کی صحت سیلان الرحم یا لیکوریا کی وجہ سے برباد ہو رہی ہو تو فوراً حضرت حکیم الامت سیدنا نور الدینؓ کی خاص مجرب دوا اکسیر سیلان استعمال کرائیں۔

قیمت ——— تین روپے

نور سالٹ

دائمی قبض کا بہترین علاج

اکثر امراض کی جڑھ قبض ہوتی ہے۔ قبض کی وجہ سے انسانی جسم میں پیدا شدہ زہریں جسم انسانی میں خون کو گندہ کرتی رہتی ہیں۔ قبض والے مریضوں کو کبھی سر درد۔ کبھی کمر درد۔ کبھی جوڑوں میں درد ہوجاتا ہے گٹھیا اور وجع المفاصل (جوڑوں کی دردیں) پیدا ہو جاتی ہیں۔ ہضم خراب ہو جاتا ہے۔ معدہ اور جگر بخوبی کام نہیں کرتے۔ عورتوں کو نسوانی امراض گھیر لیتی ہیں۔ جو کبھی لیکوریا (سفید پانی) کی شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ اور کبھی حیض کی بے قاعدگی کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ ان سب امراض سے بچنے کے لئے "دواخانہ نور الدین" آپ کی خدمت میں "نور سالٹ" پیش کرتا ہے۔ دس تولہ کی شیشی جو کہ چار ماہ کیلئے کافی ہے۔ قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ ہے۔ پانچ تولہ چودہ آنہ صرف۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اٹھرا کا مکمل عِلاج

ہم سالہا سال سے اٹھرا کا علاج حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے طریق علاج کے مطابق حضور کی قلمی بیاض کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اور بفضلِ خدا یہ طریقِ علاج کامیاب رہتا ہے۔ خدا نے اس سے کئی لوگوں کو بامراد کیا ہے، جو دوست اس مرض کا علاج کروانا چاہیں۔ وہ مفصّل حالات ہمیں لکھیں۔ انشاء اللہ وہ اپنی مراد پائیں گے۔

قرصِ اٹھرا

دُنیائے طبّ کا حیرت انگیز کارنامہ

مرضِ اٹھرا میں رحم بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ اور بچہ کو سنبھال نہیں سکتا۔ عموماً تیسرے یا چوتھے مہینے میں حمل گر جاتا ہے۔ اگر بچہ پُورے دنوں میں پیدا ہو بھی جائے تو بڑی عمر نہیں پاتا اور اکثر ذیل کی بیماریوں کا شکار رہتا ہے۔ سبز پیلے دست۔ قے۔ پیچش۔ سوکھا۔ بدن پر چھالے۔ پھوڑے پھنسیاں۔ سُرخ دھبّے وغیرہ۔

قرصِ اٹھرا اس مرض کی نہایت مجرّب اور بے خطا دوا ہے۔

پس اگر خدانخواستہ آپ کے گھر والے اس مرض میں مبتلا ہوں۔ تو آج ہی حضرت حکیم الامّت سیّدنا نُور الدّین رضؓ کی مجرب دوا

قرصِ اٹھرا "دوا خانہ نور الدّین رضؓ" سے طلب کریں۔

اس دوا کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ توانا اور اٹھرا کے اثر سے محفوظ پیدا ہوتا ہے

قیمت یکصد (۱۰۰) قرص ——— ایک روپیہ بارہ آنہ

〃 پچاس قرص ——— ایک روپیہ

دوست دوائی منگواتے وقت مرض کی کیفیت ضرور لکھیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سرمۂ مبارک

یہ سرمہ ککروں کو زائل کرتا ہے۔ ککروں کی وجہ سے آنکھوں میں آشوب یا زخم ہوگیا ہو۔ اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو۔ آنکھوں میں خارش اور کھجلی ہو۔ تو ان حالتوں میں

سرمۂ مبارک کا استعمال بہت مفید ہے

قیمت ایک تولہ اڑھائی روپیہ (عہ) تین ماشہ بارہ آنے۔

تازہ ترین سرٹیفکیٹ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھے مولوی عبدالوہاب صاحب عمر کے سرمۂ مبارک سے حیرت انگیز طور پر میری آنکھوں کی سرخی کو دور کیا۔ جبکہ اس سے پہلے میں کئی ادویات استعمال کر چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولوی صاحب کے مطب کو دن دونا رات چوگنا ترقی عطا کرے۔ آمین۔ والسلام

(خاکسار محمد مطیع اللہ قریشی)

لبوب کبیر

طبّ یونانی کا مایۂ ناز نسخہ

کمزوری معدہ۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ گردوں کی اصلاح وطاقت کے لئے حیرت انگیز دوا۔ چند روز کا استعمال طبیعت میں انقلاب، صورت میں تبدیلی۔ جسم میں قوت اور خون میں جولانی پیدا کر دیگا کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل ہوگی۔ آپ نوجوان بن کر زندگی کا لطف اٹھا سکیں گے۔ رگوں میں نیا خون دوڑیگا۔ اور تمام اعضاء رئیسہ میں حیرت انگیز قوت آجائے گی۔ اولاد پیدا ہوگی ؛

لبوب کبیر :۔ دیرپا اور مستقل اثر رکھتا ہے۔ ہر موسم میں استعمال ہو سکتا ہے۔ عورتوں کیلئے بھی یکساں مفید ہے۔ اعضائے رئیسہ کو تقویت دیگا اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کرکے نئی زندگی بخشتا ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔

دس تولہ قیمت دو روپیہ ؛ جو بیس دن کیلئے کافی ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرص جواہر

طاقت کی بے نظیر دوا

یہ دوا اعصاب کو طاقت دیتی۔ دماغ کو تقویت پہونچاتی۔ دل کو مضبوط کرتی اور باہ کو حد درجہ بڑھاتی ہے۔ اس کا چند روزہ استعمال ہر طرح کی کمزوری دُور کر کے نئی قوت اور توانائی پیدا کرتا اور جسم کی زائل شدہ طاقتوں کو بحال کرتا ہے۔ اس کا اثر مستقل اور دیرپا ہے۔ مردانہ قوت کو بڑھانے میں اس کے نتائج بہت ہی شاندار ثابت ہوئے ہیں۔

قیمت یکصد (۱۰۰) قرص چار روپیہ چودہ آنہ (للعہ)

عنبرین

اپنے جسم کو مضبوط بنائیے!

عنبرین کا چند روزہ استعمال طبیعت میں انقلاب۔ جسم میں قوت اور خون میں جولانی پیدا کرتا ہے اس سے دل۔ دماغ، معدہ، جگر اور گردوں کو قوت پہونچتی ہے۔ اور پٹھوں میں طاقت آتی ہے جسم کی پژمردگی، درماندگی، نقاہت، ناتوانی اور کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ قوتِ مردمی بڑھتی ہے۔ آپ نوجوان بن کر زندگی کا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔

آپ کو اپنی حفاظت اور بیماریوں کے مقابلہ کی قوت حاصل کرنے کیلئے بھی اس دیرپا اور مستقل اثر رکھنے والے معجون کی ضرورت ہے۔ مُشک۔ عنبر۔ زعفران اور قیمتی جواہرات اس کے خاص اجزا ہیں۔

قیمت پانچ تولہ ساڑھے چار روپیہ للعہ ؛ نوٹ :۔ عنبرین ہر موسم میں استعمال ہو سکتی ہے ؛

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں!

صرف پچیس روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستر کتابیں جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس (۳۰) روپے میں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:۔

براہین احمدیہ مکمل	تریاق القلوب
سرمہ چشم آریہ۔ ازالہ اوہام مکمل	تحفہ گولڑویہ
آئینہ کمالاتِ اسلام۔	اربعین ہر چہار حصہ
شہادت القرآن۔ نور القرآن	نسیمِ دعوت
انجامِ آتھم۔	تذکرۃ الشہادتین۔
ایام الصلح	نزول المسیحؑ
مسیح ہندوستان میں۔	لجۃ النور

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں۔

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

یعنی

جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو (اردو) میں چھپتی رہی ہے، اور جسمیں حضرت خلیفہ اول رض کی تفسیر بھی بیان ہوئی ہے اسکی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے اسکے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اسکے کل دو ہزار صفحے ہیں پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اسکی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ ریویو (اردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔ مجلد کی قیمت ساڑھے سات روپے ہے۔

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ ریویو (اردو) قادیان